





नंदरक्षस

489



489

उर्दू संग्रह

पुस्तक का नाम नंदरक्षस

लेखक ऐस. ऐस. लान्बे

प्रकाशन वर्ष... 1975

आगत संख्या... 489

مرتبہ

ایس. ایس. لانبہ

पुस्तकालय

गुरुकुल कांगड़ी विश्वविद्यालय हरिद्वार

वर्ग संख्या ————— आगत संख्या —————

पुस्तक - वितरण की तिथि नीचे अंकित है

इस तिथि सहित 35वें दिन तक यह पुस्तक

पुस्तकालय में वापिस आ जानी चाहिए । अन्यथा 10

रुपैसे प्रतिवर्ष के हिसाब से दंड लगाया जाएगा ।

३७७०

मार्ग

Nagendra Khosla

Forwarded with compliments
from the Department of Culture
Government of India

संस्कृत का. शी. नं. ११८४-११८५



489:U

गुरुकुल कांगड़ी विश्वविद्यालय
कृपया पुस्तक के ऊपर कोई निशान आदि
न लगायें।

गुरुकुल
वर्ग स

इस
पुस्तक
के
पैसे



سلسلہ مطبوعات والاکیڈمی (۲۷)

نذر خسرو

حضرت امیر خسرو دہلوی کو شعراے اردو کا منظوم خراج عقیدت

مرتبہ

ایس۔ ایس۔ لالنبہ

زمانہ اشاعت — ۱۲۲ اکتوبر ۱۹۷۵ء
 تعداد اشاعت — ایک ہزار
 کتابت — عبدالصبور خاں
 طباعت — جمال پریس دہلی
 ناشر

ولہ اکید می حیدر آباد
 قیمت — پانچ روپے

ملنے کا پتہ

ایس۔ ایس۔ لائبہ

کے ۱۲۳، کیرتی نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۱۵

ولہ اکید می۔ عزیز باغ، سلطان پورہ

حیدر آباد ۲۴، ۱۷ پی



राष्ट्रपति भवन नई दिल्ली - 110004
 RASHTRAPATI BHAVAN NEW DELHI 110004
 INDIA



489,U

نئی دہلی

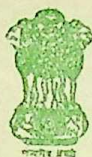
۲۲-نمبر-۷۵ء

مجھے بڑی خوشی ہے کہ جناب امیر امیر لائبریری "نذر خسرو" کے نام سے یہ خوبصور
 مجموعہ شائع کیا ہے۔ اردو شعرا نے ہر دور میں امیر خسرو کو منظوم خراج عقیدت
 پیش کرتے رہے۔ نذر خسرو ان کا انتخاب ہے۔ جناب لائبریری کو اردو زبان سے دلچسپی ہے
 ان کی یہ کوشش لائق قدر ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ یہ مجموعہ ادبی حلقوں میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائیگا۔

محمد الہی





PRIME MINISTER

New Delhi,
October 6, 1975

Dear Shri Lamba,

I have received your letter of
September 22.

I welcome the revived interest in
Amir Khugro's works. He is a true people's
poet. His riddles continue to delight the
young of all ages.

Yours sincerely,

A handwritten signature in dark ink, which appears to read 'Indira Gandhi'.

(Indira Gandhi)

Shri S.S. Lamba,
K-123, Kirti Nagar,
NEW DELHI-110015.



انتساب

اردو کے نام

ترتیب

صفحہ	نام شاعر	صفحہ	
۱۴	ڈاکٹر اقبال	۱	عالی جناب صدر جمہوریہ کا پیام
۱۵	تلوک چند محروم	۳	انتساب
۱۶	جمیل منظہری	۷	تعارف از حسن الدین احمد
۱۷	ماہر القادری	۱۰	نذر عقیدت از ایس ایس لائبہ
۱۸	ساعر نظامی	۱۲	حضرت محبوب الہی
۲۱	رئیس امروہوی	۱۳	ملا شہاب معانی
۲۲	ششیم کربانی	۱۴	امیر حسن دہلوی
۲۳	گوپی ناتھ امن	۱۴	حضرت خواجہ حافظ شیرازی
۲۴	سلام پھلی شہری	۱۴	صائب اصفہانی
۲۵	حرمیت الاکرام	۱۴	عسری شیرازی

صفحہ	نام شاعر	صفحہ	نام شاعر
۵۶	بیگل آتہی	۲۸	جگن ناتھ آزاد
۵۸	ظہیر غازی پوری	۳۰	انور صابری
۵۹	حفیظ بنارسى	۳۲	محمود سعیدی
۶۰	عزیز وارثی	۳۴	رفعت سرودش
۶۲	کامل قریشی	۳۵	ساحر بھوپالی
۶۴	صغیر احمد صوفی	۳۶	مشیر جھنجھانی
۶۶	درشن سنگھ دگل	۳۸	سید غلام سمنانی
۶۹	بہار برنی	۴۰	خالد دہلوی
۷۰	رشی پٹیلوی	۴۲	گلزار دہلوی
۷۲	بدیع الزماں خادر	۴۴	کرشن موہن
۷۵	قمر جلال آبادی	۴۷	علی احمد جلیلی
۷۶	خضر برنی	۴۸	بشیر النساء بیگم بشیر
۷۸	طارق نظامی رامپوری	۵۰	ظہیر صدیقی
۷۹	انور صدیقی	۵۲	منظف الدین خان صاحب
۸۰	شمس اعجاز	۵۳	رام کرشن مضطر
۸۱	انور مسعود	۵۴	جاوید دشت

صفحہ	نام شاعر	صفحہ	نام شاعر
		۸۲	سرور مرزائی
		۸۴	چمن لال گوسائیں کمانوی
		۸۶	عبدالمتین نیاز
		۸۸	سعادت نظیر
		۹۰	خواجہ نظام الدین قادری
		۹۱	واجہ سحری
		۹۲	فتیر حیدری دہلوی
	ترجہ		
۱۰۵	روش صدیقی		
۱۰۷	گلزار دہلوی		
۱۲۳	رام کرشن مضطر		
۱۳۵	محمد عثمان عارف نقشبندی		
۱۳۷	سید منال شاہ قادری		
۱۳۹	عزیز وارثی		
۱۴۷	صغیر احمد صوفی		
۱۵۱	خضر برنی	۹۴	نظیر اکبر آبادی
۱۵۳	نظر برنی	۹۶	محمد عثمان عارف نقشبندی
۱۵۵	خواجہ راشد نظامی	۹۸	جگر جمیری
۱۵۷	جعفر احمد دنی	۱۰۰	ورد کاگوری
۱۵۹	گوپی ناتھ امن	۱۰۲	صلال سیوہاروی

تعارف

دنیا میں بہت کم خواب شرمندہ تعبیر ہوتے ہیں۔ مارچ ۱۹۷۲ء میں جب میں نے جناب ایس۔ ایس لائبرے فرائنش کی تھی کہ وہ ایسی اردو نظمیں جن میں امیر خسرو سے عقیدت کا اظہار کیا گیا ہے جمع کریں تو ان کی مستعدی۔ لگن اور اکثر اردو شعراء سے ان کے ربط ضبط سے واقف ہوتے ہوئے بھی میں یہ تصور نہیں کر سکتا تھا کہ ڈیڑھ سال کی قلیل مدت میں نہ صرف یہ کہ یہ گل دستہ مرتب ہو جائے گا بلکہ اس کا اجراء عالی جناب صدر جمہوریہ ہند کے مبارک ہاتھوں سے عمل میں آئے گا۔

امیر خسرو کا تقوف روائتی صوفیت سے مختلف تھا۔ وہ زندگی سے فرار کے قائل نہ تھے گوشہ نشینی ان کا مشرب نہ تھا۔ وہ سماج کے آدمی تھے۔ مجلس اور بزم کے آدمی تھے۔

ہندوستان میں عوامی ادب کی باضابطہ ابتداء خسرو ہی سے ہوتی ہے۔ انھوں نے عوامی مسائل اور عوام کی زندگی سے بھرپور دل چسپی لی۔ ان کا سوز دل جس پران کے پیر طریقت کو ناز تھا دراصل انسانیت سے تعلق خاطر اور محبت کا ایسا درد تھا جس کیلئے انسان پیدا کیا گیا۔ انھوں نے بلا لحاظ مذہب و نسل عوام سے محبت کی۔ عوام نے بھی بلا لحاظ مذہب و نسل جی جان سے ان کے اس کے طریقہ عمل کی داد دی۔ ان سے عقیدت کا رشتہ بھی

تاکم کیا اور محبت کا بھی۔ اور یہ سلسلہ ایک دوڑ تک محدود نہ رہا بلکہ گزشتہ سات سو سال میں عوام نے بلا فصل ان کو مقبولیت عامہ کا تاج پہنائے رکھا۔

شاعر عوام کے جذبات اور احساسات کے ترجمان ہوتے ہیں۔ امیر خسرو سے عوام کو جو بے پناہ عقیدت تھی اور بے ذہ محسوس کرنے کی چیز ہے۔ اردو شاعروں نے اس کو محسوس کیا اور عوام کے ان جذبات عقیدت کی اپنے اپنے انداز سے ترجمانی اور عکاسی کی۔ اگر ایک طرف اردو شاعروں نے امیر خسرو سے مسلک انسانیت کا درس لیا ہے تو دوسری طرف امیر خسرو اور عوام کے اس باہمی ربط سے بھی روشنی حاصل کی ہے۔ یہ سعادت سردار سرجیت سنگھ لانبہ کے حصہ میں آئی ہے کہ انھوں نے امیر خسرو سے عوام کی عقیدت اور محبت کا اندازہ اردو شاعروں کی تخلیقات کے پیمانہ سے کیا۔ اور ایک انوکھے انداز میں کیا۔

لائق مرتب نے اپنی کوشش کا "اردو کے نام" انتساب کر کے گویا خود اپنا تعارف کر دیا ہے۔ جو لانبہ صاحب سے واقف نہیں ہیں وہ جان لیں کہ زبان سے ایسی بے لاگ محبت رکھنے والے آج کم کم ہی نظر آئیں گے۔ اس انتساب کے ذریعہ انھوں نے اس بات کا ثبوت بھی فراہم کیا ہے کہ وہ خسرو اور اردو کے ربط کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ خود اس گلدستہ میں مشیر جھنجھاوی فرماتے ہیں۔

ربط ایسا کہ مٹائے نہ مٹے

جسم اردو ہے تو جان ہے خسرو

اس مجموعہ کے لئے اس سے بہتر انتساب اور کیا ہو سکتا تھا؟

سر جیت سنگھ لانبہ کو "خسرویت" جس کا ایک جزو اردو دوستی بھی ہے

درشہ میں ملی ہے۔ ان کے والد سردار کرپاں سنگھ لانبہ رجیولر، صوفی منش خدا پرست اور انسانی شرافت کا نمونہ تھے۔ وہ موجد تو تھے ہی ان کے دل میں قرآن شریف اور گرو گرنٹھ صاحب کی عظمت یکساں تھی۔ وہ اردو کے پرستار تھے۔ لانبہ صاحب نے جو کچھ اپنے والد محترم سے پایا پورے احساس ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرزند تک پہنچا دیا کم سن پر کم جیت سنگھ لانبہ دلی کے ادبی حلقوں میں متعارف ہیں وہ اردو شعراء کے منتخب کلام سے سامعین کو محفوظ کرتے رہتے ہیں۔

غالی جناب فخر الدین علی احمد صاحب نے اس گل دستہ کے لئے پیامِ رحمت فرمایا ہے۔ یہ نہ صرف مرتب کے لئے خسر و تقاریب کی قومی کمیٹی کے لئے بلکہ ہر اردو دان کے لئے لائق فخر و مباہات ہے۔
توقع ہے کہ یہ گل دستہ مقبول خاص و عام ہوگا۔

حسن الدین احمد

۳۰۷ کرزن روڈ اپارٹمنٹ نئی دہلی

اکتوبر ۱۹۷۵ء

نذرِ عقیدت

”نذرِ خسرو“ جو آپ کے پیشِ خدمت ہے حضرت امیر خسرو کی بارگاہ میں اُردو شعراء کے منظوم خراجِ عقیدت کا ایک مختصر مجموعہ ہے۔ امیر خسرو دہلوی کی سات سو سالہ تقریبات کی قومی کمیٹی کے جنرل سکرٹری جناب حسن الدین احمد نے مارچ ۱۹۷۲ء میں مجھ سے یہ خواہش کی تھی کہ اردو شعراء نے حضرت امیر خسرو سے عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے جو نظمیں لکھی ہیں ان کو فراہم کروں تاکہ اس دورانِ مختلف جرائد کے امیر خسرو نمبر شائع ہوں تو ان نظموں کی مانگ کی تکمیل ہو سکے۔ مجھے اردو زبان سے خاص محبت ہے۔ اور میں اس حسین زبان کا عاشق ہوں۔ میں خود کو اردو زبان کا ایک ادنیٰ سپاہی تصور کرتا ہوں۔ مجھے جب یہ کام سونپا گیا تو میں نے مسلسل محنت اور جستجو سے نظمیں فراہم کیں۔ اور گزشتہ ڈیڑھ سال کی مدت میں اس کام میں لگا رہا۔ اس سلسلہ میں جناب پیر فاضل نظامی خاں خواجہ حسن ثانی نظامی اور جناب گلزار دہلوی سے مجھے تعاون حاصل ہوا اور نظمیں فراہم کرنے میں یا شعراء صاحبین سے رابطہ پیدا کرنے میں مدد ملی جس کے لئے میں ان اصحاب کا ممنون ہوں۔ میں ان تمام شعراء حضرات کا بھی نہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے میری استدعا پر اپنے کلام سے مجھے نوازا۔ مجھے اس کام میں توقع سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی نہ صرف نظمیں بلکہ حضرت امیر خسرو کے فارسی کلام کے منظوم اردو ترجمے اور حضرت امیر خسرو کی غزلوں پر

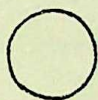
لکھ گئے جسے بھی فراہم ہوئے یہ محسوس کیا گیا کہ اگر ان تمام کا مجموعہ شائع کیا جائے تو وہ خاص اہمیت کا حامل ہوگا لیکن سوال انتخاب اور ترتیب کا انتخاب کوئی آسان کام نہ تھا۔ میری اس مشکل کو جناب مخدوم سعیدی نے حل کیا میں غلوں دل سے انکا شکریہ ادا کرتا ہوں جناب حسن الدین احمد کی رہبری مجھے ہر قدم پر حاصل رہی۔ اگر ان کا بھرپور تعاون ہر نوبت پر میرے شامل حال نہ ہوتا تو یہ مجموعہ معرض وجود ہی میں نہ آسکتا۔ میں جناب موصوف کا تہ دل سے ممنون ہوں۔

مجھے حضرت بابا فرید کے خلیفہ حضرت محبوب الہی اور محبوب الہی کے چہیتے حضرت امیر خسرو سے عقیدت ہے یہ میرے لئے باعث مسرت ہی نہیں باعث فخر بھی ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ مجھے اردو زبان کی تھوڑی سی خدمت کرنے اور ساتھ ہی حضرت امیر خسرو کے تعلق سے اپنے جذبات عقیدت ظاہر کرنے کا موقع ملا۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ اس کو محض ایک شعری مجموعہ اور شعرا بر حضرات کے جذبات دلی کا آئینہ دار ہی نہیں بلکہ میرے اپنے جذبات کا کلمہ ستہ عقیدت سمجھ کر قبول فرمائیں گے۔

فخر ہند عالی جناب فخر الدین علی احمد صاحب صدر جمہوریہ ہند نے اس مجموعہ کے لئے پیام رحمت فرمایا ہے اور اس طرح میری ہمت افزائی فرمائی ہے۔ میں نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ایس۔ ایس۔ لالہ

حضرت محبوب الہی



گر برائے ترکِ ترکم آ رہ بر تارک نہند
 ترکِ تارک گیرم و ہرگز نگیرم ترکِ ترک

خسرو کہ بنظم و نثر مثلش کم خاست
 ملکیت ملک سخن آں خسرو راست
 این خسرو ماست ناصر خسرو نیست
 زیرا کہ خدا ئے ناصر خسرو ماست

ملاشہا بمعنائی

لوح مزار

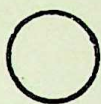
میز خسرو، خسرو ملک سخن
آں محیط فضل و دریای کمال

نثر او د لکش تر از ماء معین
نظم او، صافی تر از آب زلال

بیل دستا نسرای داد و دین
طوطی شکر مقال بے زوال

از پے تاریخ سال فوت او
چوں نہادم سربزانوی خیال

شد ”عدیم المثل“ یک تاریخ او
دیگرے شد ”طوطی شکر مقال“



خسرو از راه کرم بپند یرد آں چه من بندہ حسن میگویم
سخنم چون سخن خسرو نیست سخن این ست کہ من میگویم

امیر حسن دہلوی

شکر شکن شوند ہمہ طوطیاں ہند

زین قندِ پارسی کہ بہ بنگالہ می رود

حضرت خواجہ حافظ شیوازی

ایں آں غزلِ خسرو معنی ست کہ فرمود

نوبانِ عملِ فتنہ زدایاں تو یا بند

صائب اصفہانی

برو بخ خسرو ازین پارسی شکر دادم

کہ کامِ طوطی ہندوستان شود شیریں

عقرباں شیوازی

رہے نہ ایبک و غوری کے معرکے باقی

ہمیشہ تازہ و شیریں ہے نغمہ خسرو

ڈاکٹر اقبال

تلوک چند محروم



رکھی تھی خشتِ اوّل خوب قعرِ نظمِ اردو کی
 مبارک ہاتھ سے اٹھے شرو شیریں زباں تو نے
 سکھائی عندلیبانِ وطن کو نغمہ آرا تی
 بہ صد اندازِ نواے طوطی ہندوستان تو نے
 ترپتے ہیں نواؤں پر تری ہندو ہیں یا مسلم
 کہ بھردی نالہ نا قوس میں بانگِ ازاں تو نے
 ادیبانِ سخن در ہند کے ممنون ہیں تیرے
 زبانِ تازہ دی اور ساتھ ہی حسنِ بیاں تو نے
 مئے حسنِ ازل سب کو پلا کر ایک ساغر سے
 مطاردی میگساروں میں تمیزِ این و اُن تو نے

جہیل مظہری



یہ کس کے ذہن رسا کے ماتے میں پل رہے ہیں نئے تصور
 یہ کس کے جوشِ عمل کے سانچے میں ڈھل رہا ہے نیا زمانہ
 یہ کس کے افسون ادعا نے طاسم صدیوں کے توڑ ڈالے
 اُجڑ گئیں ساری بارگاہیں، پٹ گیا سارا کارخانہ
 نہ وہ سیاست کے آشیانے، نہ وہ شریعت کے آستانے
 نہ وہ ہوس کے قمار خانے، نہ وہ خرد کا ننگار خانہ
 تصورِ رنگ و بو بھی بدلا، طبیعتِ آب و گل بھی بدلی
 فنا نے بننے لگے حقیقتِ حقیقتیں بن گئیں فسانہ
 جو راکھ کے ڈھیر رہ گئے ہیں وہ اب اکٹھیں گردِ راہ بن کر
 ہوا کی رفتار کہہ رہی ہے کہ قافلہ ہو چکا روانہ
 مجھ چراغوں میں روشنی ہے، نشیلی آنکھوں کی نینداری ہے
 جہیل کی بانسری نے چھیڑا ہے شام سے صبح کا ترانہ

ماہ القادری (کراچی)



اے شہنشاہِ تغزل، اے امامِ فکر و فن
 اللہ تیری غزلوں کا مزاج رنگ و بو
 تیرا ہونے کی روح، موسیقی کی جان
 سعدی و حافظ کی صف کے شاعر تیرے نوا
 بس ترے نواں کمال شعر کے زلہ رہا
 امتزاجِ شعر و نغمہ، ربطِ آہنگ و نوا
 کہہ مگر نی ہو پہلی ہو کہ ہوں وہ لوگ گیت
 تو ہے خود اپنی جگہ شعر و سخن کی روشنی
 ندرتِ لفظ و بیاں بھی، جدتِ تخیل بھی
 موجدِ عشاق اے نغمہ نواز و نغمہ گر
 صاحبِ فکر رسا اے شاعرِ تیرے نوا
 تیری پرگوشی کی دل سکتی نہیں شاید مثال
 بحرِ غزاق کے شناور، صاحبِ حال و مقام
 تیرے شعروں کی روانی موجبِ گنگ و جن
 جس طرح غنچے کنول کے، جیسے گلہائے سمن
 لفظ و معنی کی جوانی تیرا اندازِ سخن
 تو کہ اپنی ذات سے تھا فارسی کی انجمن
 رہ نہ ہو یا پارسا ہو، شیخ ہو یا برہمن
 ہے اسی فن کی بدولت اتحادِ جان و دن
 طفلِ اُردو کو پہنایا تو نے پہلا پیرہن
 جگمگا اٹھے ترے افکار سے کوہ و دمن
 ہے سلاست میں نزاکتِ سادگی میں بانگین
 راگنی دیوی نے خود آکر چھوئے تیرے چرن
 ہر غزل کا تیری مطلع صبح کی پہلی کرن
 شعر خود ہوتے تھے موزوں ارتجالاً و فتن
 تیرے دم سے اہلہا اٹھا طریقت کا چمن

آدم دربارِ گاہتِ نغمہ سنج و مدح خواں

ہدیہ از من بگجرائے خسرو ملک سخن

۱۔ ایک راگ کا نام ۲۔ دفعہ

ساعی نظامی



ادب اے جہانِ حاضر یہ ہے بزمِ خسروانہ
 ہے ہر اک گدا کو حاصلِ غمِ عشق کا خزانہ
 ترا نقشِ پا جہاں تھا ہے ہیں اک آستانہ
 کبھی آہِ صبح گاہی کبھی نالہِ شبانہ
 تری انگلیوں میں بر ربطِ تری جنبش نہیں نغمے
 نہ یہاں ہے کوئی ہندو نہ یہاں کوئی مسلمان
 ہو مبارک آسماں کو یہ فردِ غماہِ داغِ نجم
 نہ ٹھہر کا جیس میں مری بندگی کا طوفان
 ہے یہاں ازلِ ترنم، ہے ابد یہاں ترانہ
 کہ روزِ فقرِ سمجھے مرا خودِ عنصرِ زمانہ
 کہ اگل دیا میں نے کوئی گم شدہ خزانہ
 ہے وظیفہٴ مسلسل ترا سوزِ عاشقانہ
 ترا ہر نفسِ ترنم، ترا ہر نفسِ ترانہ
 کہ ہے کعبۂ محبت ترا سنگِ آستانہ
 کہ ہے کہکشاں سے بڑھ کر تری خاکِ آستانہ
 جو فضا میں جگمگایا ترا سنگِ آستانہ

ہیں کہیں اشوک و اکبر کہیں گاندھی و جواہر کہ ہے عاشقوں کا معبد ترا سنگِ آستانہ
 ترے آستان کے درے مر و مہر سے نزنوں تر ہے یہاں گدا کو حاصل تب و تابِ خسروانہ
 بھڑک اٹھی اسکے دل میں بھی اک آرزوئے سجدہ
 ترے آستان پہ آیا تو ٹھہر گیا زمانہ

کوئی نغمہ چھڑو مطرب بہ ادا تے دلبرانہ جسے سن کے جھوم اٹھے مرا سنگِ دلِ زنانہ
 جو بتوں میں رُوح بھر دے وہ نواے باغیانہ جو حرم کو دیر کر دے وہ صدائے کافرانہ
 ترانہ و مہجوی ابھی نیم رس ہے ساقی جو سحر کو رات کر دے، وہی بادۂ شبانہ
 بڑی ناتمایاں ہیں مرے جذبہ خودی میں مجھے بے خودی عطا کر بہ جلالِ خسروانہ
 نہ مرا جنوں مکمل، نہ مری خرد مکمل ہے جنوں فریبِ مطلق ہے خرد مری بہانہ
 ترے سازِ سردی سے یہ مدائیں آرہی ہیں کہ دھنیں تو مختلف ہیں مگر ایک ہے ترانہ
 یہاں جس کی ساحری سے نئی نسل مسکراتی مرے لفظ لفظ میں ہے وہی نطقِ ساحرانہ
 جو زبانِ عاشقی ہے جو بیانِ زندگی ہے ترے ساز سے ملا وہ مجھے نطقِ جاودانہ
 نئے ہند کو زباں دی ترے نطقِ سردی نے مرے بیتِ کدے کی فوہ ہے ترا سوزِ عاشقانہ
 بڑی مشکلوں سے سمجھی تری زندگی کو دُنیا بڑی مدتوں میں آیا تری راہ پر زمانہ
 تجھے جو صاحبانِ حشمت نہیں خاک انگی باقی ترافقہ جاگتا ہے یہ جلالِ عاشقانہ
 یہ حجابِ خاکِ دہلی سے صدائیں آرہی ہیں کہ ہے تاج و تخت پیدائے شہنشاہانہ

اسی آستان سے مجھ کو نئی زندگی ملی ہے

مجھے ہر نفس ہے ساغراکِ حیاتِ جاودانہ

ساعتِ نظامی



اے عندریبِ عشق اگر تیرا فیض ہو
 تیری نسیمِ گر دل ویراں کو چھو بھی لے
 تقدیر سے ملے جو ترا نطقِ سروری
 تیری صراطِ عشق اگر ہو مجھے نصیب
 مل جائے اک پٹ جو ترے قلبِ گرم کی
 پر تو جو تیرے فقر کا پڑ جائے روح پر
 گو کم نہیں ہے حکمتِ حاضر کی دستِ اس
 خونِ جگر سے اور چمن کو نکھار دوں
 کانٹوں کو بھی چمن میں پیامِ بہار دوں
 نعموں کے پھول سارے نمانے پہ دار دوں
 پیرِ پیچ گھاٹیوں کو رۂ استوار دوں
 مردہ دلوں کو دولتِ برقی دھار دوں
 میں بے بسوں پہ سارے زمانے کو دار دوں
 تو دستِ گیر ہو تو ستارے اتار دوں

پر تو جو تیرے آئینے کا ہو مجھے نصیب

میں پتھروں کو جو ہر آئینہ دار دوں

۷۸۹

۲۱

رئیس سرودھوی (کراچی)



ترانہ رُوحِ دو جہاں ہیں نوائے جاں ہیں امیر خسرو
 حیاتِ خودِ نغمہ خواں ہے جن کی وہ نغمہ خواں ہیں امیر خسرو
 ”سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں“
 ”اندھیری رتیاں“ نہ کیوں ہوں روشن کہ صوفشاں ہیں امیر خسرو
 وہ ہندی الاصل فارسی گو وہ برج بھاشا وہ کہہ مکرئی
 مگر جو کہہ کر کہی نہ مکرئی وہی زباں ہیں امیر خسرو
 وہ شاعرِ عارف و قلندر و خسروی شان وہ فقیری
 نہ کیوں ہوں جانِ جہاں کہ آخر جہاں جاں ہیں امیر خسرو
 نظامِ دین و نظامِ دنیا کا ان پہ فیضان ہے کہ اب تک
 نظامِ عالم ہے پیر کہنہ مگر جو اں ہیں امیر خسرو
 جمالِ اجمیر و حسنِ دہلی کہ جس پہ ہندوستان ہے نازاں
 اسی جمالِ ابدِ سما کے قصیدہ خواں ہیں امیر خسرو
 رئیسِ ان کا دوامِ عظمت نہ کیوں ہو عظمتِ دوامی
 ”دوام“ خود ترجمہ ہے جس کا وہ ترجمان ہیں امیر خسرو

شمیر کرہانی



مرجا ہُسترو نوا گُستر طوطی ہند، نغمہ سنج بہار
 ذہنِ خلاق کا ہر ایک عمل فکر و معنی کا قافلہ سالار
 رزم میں بے عدیلِ مُڑک جبری بزم میں بے نظیر موسیقار
 مصحفِ نظم، رکوشِ گلشن صفحہ نثر، غیرتِ گلزار
 اُس کی ہر بیت اک شگوفہ زار اُس کا ہر شعر، اک دُرِ شہوار
 ہر رباعی میں زندگی کے رموز ہر پہیلی میں ذہن کے اسرار
 غزل اُس کی لطیف تر ایسی جیسے پھولوں کی نرمی رخسار
 کافرِ عشق و صوفیِ صافی بندۂ حق پرست و سجدہ گزار
 عارضِ فن پہ غارِ و تابش چہرۂ زندگی پہ گرد و غبار
 بزمِ حرف و سخن میں نغمہ سرا عشقِ محبوبِ حق میں سینہ فگار
 اہلِ ایران کو اعتبار آیا ایسا محکم زبان کا معیار
 بندِ راحت کے راستے لیکن منکشفِ دو جہان کے اسرار
 سر زمینِ وطن میں جذب ہوا ایسا رکھتا تھا خاکِ ہند سے پیار

تجھ پر اربابِ فکر و فن کا سلام

قصرِ اردو کے ادریسِ معمار!

گوچی فاقہ امن



کوئی پتیا مہر یا جامہ احرام میں آئے
خدا شاہد کہ سر جھکنا ہے اہل دل کے قدروں پر
محمد کی گلی یا کوچہ گھنٹام میں آئے
مے صافی سے مطلب ہے کسی بھی جام میں آئے

نیاز آگین جیسے کر جو بزم ناز میں آئے
نصوف کی نگاہیں تو اسے پہچان ہی لیں گی
نیکوں پھر وہ شمار اہل سوز و ساز میں آئے
کسی بھی بھیس میں آئے کسی انداز میں آئے

مبارک اس کا جینا جو تری سرکار میں آئے
نگاہ اہل عالم میں جو عزت ہو تو کیا عزت
صفائے قلب کے کر صدق سے دربار میں آئے
وہ قسمت کا دھنی ہے جو نگاہ یار میں آئے

مقام ان کا بھی اونچا ہے جو تیری راہ میں آئے
عبادت اور سجدوں کی بھی عزت دل پہنچے لیکن
اور انکی بات ہی کیا جو تری درگاہ میں آئے
عبادت وہ عبادت ہے مزاج آہل آئے

مسلم چھای شہری



زمین پر اگر دیوتا کچھ نہ ہوتے تو انساں شاید پریشان ہی رہتا
 نظارے تو ہوتے بہاریں تو ہوتیں مگر گلشن فکرو ویران ہی رہتا
 حقیقت کا مفہوم واضح نہ ہوتا اگر دل نشین کلپنا میں نہ ہوتیں
 کوئی خاص منظر نکھر ہی نہ پاتا جو اس کے لئے کچھ فضا میں نہ ہوتیں
 حقیقت کی ان موفتاں منزلوں میں، حسین خواب اب مسکرانے لگے ہیں
 بزرگوں نے جو دیپ روشن کئے تھے وہی دیپ پھر جگمگانے لگے ہیں
 کلا اور سنگیت کے دیپ پھر سے مقدس فضاؤں میں جلنے لگے ہیں
 رہے عہد حاضر کہ حافظ کے بر بطنیہ میرا کے نغمے چلنے لگے ہیں
 مبارک کہ وادی گنگ و جن میں کلا کو نئی زندگی مل رہی ہے
 مبارک کہ پھر طوطی ہند خسرو کے افکار کی روشنی مل رہی ہے
 نئی روشنی میں نئے تاج محلوں، اجنتاؤں کا جنم ہونے لگا ہے
 ہمارے کلامندروں سے قریب آج پھر پیار کا دھرم ہونے لگا ہے
 ملی ہے ضیاء بار تعجیر جس کی وہی خواب پہلے بھی دیکھا گیا تھا
 مبارک وطن کی سحر کہہ رہی ہے کہ آفتابوں کا اک سلسلہ تھا

صورتِ اکاکلم



چھپ کے صفحوں کے پھولوں میں
 منکر کی خوشبو (ڈالی ڈالی)
 ابھی اس دورِ بلا تک —
 نطق کا جادو تیرتا، بہتا
 دنوں - مہینوں - برسوں - صدیوں
 کی طوفان بھری لہروں پر
 عمر رواں کے گھاٹ پہ اترا —
 گونج اٹھی دنیا سے تنہا
 رہتوں تک اٹھے اربابِ بصیرت
 کیا کہنا! اس جانِ سخن کا
 کیا کہنا! اس بلبِلِ فن کا

ساز و نوا کا خسروِ دوراں
 شعر و ادب کا خسروِ اَدَل
 فن کا خسروِ من کا خسرو
 من کا خسروِ من کا بے بندہ
 اس کی خواہش تھی نرالی
 من میں ڈوبا، تن کو ڈبویا
 کعبہ کا متوالا — خسرو
 کاشی کا رکھوالا — خسرو
 سینے میں زہرِ زم کا نشیمن
 ماتھے پر گنگا کا بسیرا

دل کی گہرائی کا شاعر
 انسان کی عظمت کا مغنی
 پریت کی پھلواڑی کا پیہا
 ڈھونڈتے ڈھونڈتے دیں پیا کا
 پٹیالی سے دلی پہنچا
 دلی کا دلدار بنا — پھر
 دلی کو دلدار — بنایا

جانِ سخن نے۔ بلبلی فن نے
 اپنے تن کو۔ اپنے من کو
 شعروں، غزلوں، لاگنیوں میں
 پارہ پارہ کر کے سمویا
 ر خاکِ نوا میں خود کو کھویا
 اہلِ نظر دامن پھیلاتے
 گھوم رہے ہیں کوچہ کوچہ
 لیکن کون سیٹھے اُس کو
 ابر کی صورت برسا ہے وہ
 نگری نگری بکھرا ہے وہ

جگن ناتھ آزاد



السلام اے شاعر روشن دل و روشن ضمیر
 اے امیر ملک معنی، خسر و دنیاے شعر
 تیرے سوزِ دل سے تاباں چہرہ زیبائے شعر
 دل ترا گنجینہ معنی ہے لب گوہرِ نشاں
 آج بھی تیری غزل میں ہے نہاں لکھی کشاد
 سرزمین ہند کے اے نوازِ پاک زار

اے بہارِ رنگ و بو تے بوستانِ تجھ پر سلام

اے وقتِ کشورِ ہندوستانِ تجھ پر سلام

ذاتِ تیری بہرِ دین تھی مال و دولت کی حول
 ”نعم مالِ صالح“ ہے گفتہ پاکِ رسول
 عامِ اہلِ زر سے ادبِ نجاتھا کہیں پایہ ترا
 درحقیقت فقر کی دولت تھا سرمایہ ترا

فقر یعنی اک نگاہِ راہ میں، اک زندہ دل روح آزاد علاق، جسم اسیر آب و گل
فقر، یعنی مستی کر دار تو سلیم و رضا دوسرے الفاظ میں گویا متاعِ مصطفیٰ

بسکہ مبنی فقر ہی پر تھی تری تہذیب و فکر

نور کا پسکر غزل میں ہے تری تعمیر و فکر

آشنائے رازِ ہستی، واقفِ ہر خیر و شر دل کی دنیا ہے ترے افکار سے زیر و زبر
صبر کا نیشہ تری ضربِ سخن سے ریز ریز تیرے نغمے سے گریبانوں میں پیدا رستخیز
جب تڑپ اٹھتا ہے تیرے شعرِ چربِ درو کم نظر اس کو سمجھتے ہیں فقط جوشِ جنوں
فلسفے والے سمجھیں گے کبھی یہ رازِ دل گوشِ ظاہر تک پہنچتی ہے کہاں آوازِ دل
خاکِ تیرہ کو سراپا نور کر دیتا ہے تو پردہٴ انوار میں مستور کر دیتا ہے تو

روح یوں پاتی ہے تیرے فیض سے سوزِ دروں

مہر سے جس طرح پاتی ہے رگِ گلِ موجِ خوں

مولانا نورصابری



وہیں ملتا ہے تیری خاکِ مرقد ہے جہاں خسرو
 نظام الدین محبوبِ الہی کا نشان خسرو
 تمیزِ مسلم و ہندو جہاں باقی نہیں رہتی
 محبت کا وہ سنگم ہے تری اردو زبان خسرو
 جو خوابِ عظمت و اقبال دیکھا تھا کبھی تو نے
 اُسی کی اب نئی تعبیر ہے ہندوستان خسرو
 نظامی ماہرِ سب ایک ہوتے ہیں جہاں اگر
 بحمد اللہ وہی ہے تیرا سنگِ آستان خسرو

مولانا ابوالکلام آزاد



نسبتِ سرورِ کونین ہے نسبتِ تیری
 دل حیدر کی امانت ہے ولایتِ تیری۔
 کھل گئی اہل بصیرت پہ حقیقتِ تیری
 آئینہ ہے رخِ محبوب کا صورتِ تیری
 تیرا ہر قول بنا نعرۂ جمہورِ وطن
 زور تک دیکھتی رہتی تھی بصیرتِ تیری
 کفر و ایمان کی کوئی قیاد نہیں ہے اس میں
 عام ہے سب کی نگاہوں میں عقیدتِ تیری
 ہم نے پایا ہے مقامِ شرفِ قربِ نظام
 باہم جذبۂ اخلاص بادولتِ تیری
 ربطِ باہم ترے احساس کا مقصودِ حیات
 آدمیت سے مرکب ہے طریقتِ تیری
 تو نے زناار کو تبیح کی عظمتِ بخشی
 ہے ہمہ اوست کی تفسیرِ شریعتِ تیری
 فرقہ بندی کی ہلاکت سے بچانے کے لئے
 پھر نئے دور میں خسرو ہے ضرورتِ تیری

مختصر سیر



خسرو اک ایللا شاعر، جس کے روپ ہزار
 کہیں سپاہی، کہیں وہ صوفی، کہیں وہ موسیقار
 شاہی درباروں میں بیٹھے درباری کہلاتے
 آکے فقیروں کی مجلس میں دل کی مرادیں پاتے
 من کی پیاس سے بے کل ہو کر پنگھٹ پنگھٹ گھومے
 کوئی لگے یا چھوٹ بچے تو اہس میں آکر جھومے

چھیڑے اپنے سازِ سخن پر ایسے شوخ ترانے
جن کی اک اک تان کے اندر دھڑکیں لاکھ زمانے

آئینہ دوش و فردا بے لوث طبیعت اُس کی
کیا کچھ دیکھے اور دکھائے چشمِ بصیرت اُس کی

روح کو لالا مال بنائیں اس کی باتیں اس کے بول
اک اک لفظ احساس کی دولت اک اک حرفِ انمول

اس نے کتابِ دل کی لکھیں وہ بامعنی تفسیریں
صحیفۂ جاں اہلِ محبت کا اس کی تحریریں

امر رہا ہے اور رہے گا اُس کا نام و کلام
ثبت ہے لوحِ شام و سحر پر اُس کا نقشِ دوام

رفت اسروش



(۱)

جنگ، نفرت، خون، لاشیں، بربریت، الاماں
 آدمیت لے رہی ہے پھکیوں پر ہچککیاں
 اور کچھ اونچا کریں نفرت کے اس ماحول میں
 پرچم خسرو کہ جز ہے پرچم امن و اماں

(۲)

طوطی ہندوستان اے خسرو شیریں بیاں
 ہیں ترے افکار میں اسرار وحدت کے نہاں
 ہے ترے الفاظ کے دل میں مانی کا، بھوم
 ہندی وارو کا سنگم ہے تری پیاری زباں

ساحر بھوپالی



ہمیشہ درِ محبت سے ہم کنار تھا تو کچھ ایسا والہ و شیدائے حسنِ یار تھا تو
 تجھے نوازا تھا حق نے ہر ایک نعمت سے امیری میں بھی فاقی کا دغ ویدار تھا تو
 سپاہی، صوفی و شاعر، ادیب اور ناک کمالِ عشق میں یکتائے روزگار تھا تو
 ہے تیری ذرات پہ نازاں جو فنِ موسیقی جہانِ علم و عمل کا بھی تاجدار تھا تو
 تھا ایکنما تر ائمہ قد، دلی قوم تھا تو وطن کے عشق میں کس درجہ بے قرار تھا تو
 کسی کا دکھ ہو، ترے دل پہ تھا اثر اُس کا ہر اک ستم زدہ انسان کا غم گسار تھا تو
 جہاں سے نام کبھی تیرا مٹ نہیں سکتا گذشتہ اہلِ محبت کی یادگار تھا تو
 اور اشناسِ محبت تھا دل تر افسرد جبھی تو واقفِ اسرارِ روزگار تھا تو

بیان اب ترے اوصاف کیا کرے ساحر

ہے مختصر یہ کہ قدرت کا شاہکار تھا تو

مشیر جہنجاوی



شارح ستر نہاں ہے خسرو
 اہل باطن کی زباں ہے خسرو
 کون کہتا ہے نہاں ہے خسرو
 شعرو نغمہ سے عیاں ہے خسرو
 کوئی کیا جانے کہاں ہے خسرو
 ہم سمجھتے ہیں جہاں ہے خسرو
 فکر کو اک نئی صورت بخشی
 مانی حسنِ بیاں ہے خسرو
 ربط ایسا کہ مٹاتے نہ مٹے
 جسم اُردو ہے تو جاں ہے خسرو
 بہت کدے میں تو ہے ناقوس کی لے
 اور کیے میں ازاں ہے خسرو
 منزلِ عشق حقیقی کا مشیر
 ایک تابندہ نساں ہے خسرو

مشیرِ پنهانِ الہی



شاعرِ تیریں بیاں، معجزِ رقم، صاحبِ نظر
 صوفی، محفلِ نشیں، دلِ ریشِ خلوتِ آشنا
 موجِ دریا ز طربِ انگیزِ ورقِ آفریں
 سوزِ سازِ زندگی کو تو نے بخشا ہے وقار
 فنِ موسیقی کو تو نے کر دیا ہے لازوال
 یوں تو پہلو سے حاصل تھا تجھے اعلیٰ مقام
 بخودی میں بھی رہا پاسِ ادب کا تجھ کو نبوش
 مشترکِ تہذیب کا آئینہ تھی تیری زباں
 سب سے ورنار کے رشتوں کو یکجا کر دیا
 خسروِ عالیِ مراتب، مرکزِ علم و ہنر
 سالکِ راہِ طریقت، حق پرست و حق نما
 روحِ پرور، کیفِ زارِ معنی ستارِ دلِ نشیں
 خسروِ خسرو کی صدا دیتا ہے اب تک ہر تار
 تیرے دم سے آج تک ہے رونقِ ”بزمِ خیال“
 عشقِ ”محبوبِ الہی“ نے مگر بخشا دوام
 جاریہِ منصور سے دل آشنا تھا لبِ خموش
 تیرے مسلک میں نہ تھا کچھ فرقِ ناقوسِ وادان
 پرچمِ انسانیت کو تو نے ادرخیا کر دیا

مصرعہ حافظیہ تھا تیرا عمل ہر صبح و شام

”بامسماں اللہ اللہ بابر بہنِ رام رام“

سیا غلام سمنانی



ترے ہی ذکر سے یہ نظم و اہتمام سخن
 ترے ہی حرف سے شیریں ہوا ہے کام سخن
 سپہر شعر ہوا، تجھ سے مطلع انوار
 تو شمعِ بزمِ سخن ہے، تو مہرِ بامِ سخن
 کہا ہے شرفِ شناسانِ شعر نے تجھ کو
 خدیوِ مملکتِ شاعری، امامِ سخن

ترے خیال سے آتشِ رخ و گیسو
تجھی سے صبحِ سخن ہے تجھی سے شامِ سخن

ہے تیرے ذکر سے معمور، محفلِ شیراز
بلندِ تجھ سے ہوا کس قدر، مقامِ سخن

کسی کا فیضِ نظر، ہے شریکِ حالِ ترا
لی ہے تجھ کو جو یہ دولتِ دوامِ سخن

تری بہارِ سخن، گلِ فروشِ دشتِ چین
ہر اک دیار پہ برسا، ترا غلامِ سخن

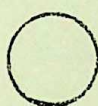
ہے تیری بزم میں، پاکوب، شاہدِ معنی
(ق) ہے تیرے قدموں میں، محبوبِ لالہ غلامِ سخن

ہر ایک تار ہے سازِ سخن کا، زخمِ فریب
نہ اعتبارِ سخن ہے، نہ احترامِ سخن !

ہیں جرمِ خوار ترے کب سے نشہ و محروم
نہیں ہے کوئی جو گردش میں لائے جامِ سخن

اٹھ اور اپنے اس اعجازِ خسروی سے ذرا
درست، از سر نو، کر دے تو نظامِ سخن

فخرِ دہلوی



تو کہ فخرِ چشتیاں ہے موفیٰ عالی مقام
 سر جھکانا ہوں ادب سے تجھ کو کرتا ہوں سلام
 طوطی شیریں قتالی طوطی ہندوستان
 اس لقب سے جانتے ہیں تجھ کو سب خورد و کلاں
 تو وہ سالک تھا کہ سوز و عشق سے جلتا رہے
 اپنی آنکھیں پیر کے تلووں سے تولتا رہے
 کی دو طرفہ مار ایسی عشق کے اس تیر نے
 اپنے پہلو میں جگہ دی تجھ کو تیرے پیر نے
 وہ ذہانت تھی طبیعت میں نہیں جس کی مثال
 تجھ سامدیوں میں نہ پیدا ہو سکا صاحبِ کمال
 شاعر رنگیں بیاں بھٹا اور موسیقار بھٹا
 جس کی گھٹی میں پڑا بھٹا فن تو وہ فنکار بھٹا

شہرہ آفاق ہو تو یہ تیرا مقصود تھا
 خود ادب خادم تھا تیرا اور تو خدوم تھا
 طبع کی جدت سے راگ اور راگنی پیدا کئے
 اور بہرِ خوش گلویاں ساز بھی پیدا کئے
 مستند اہلِ زباں میں فارسی کا ہے کلام
 اور ہندی والے تجھ کو یاد رکھیں گے مدام
 وہ پہلی اور مکرئی تیرے دو بے تیرے گیت
 آج بھی سکھلا رہے ہیں پریت کی دنیا کو ریت
 فارسی ہندی کا تو نے کچھ ملایا ایسا میل
 پڑ گئی اس ملک میں اردو زباں کی داغ بیل
 تو تھا ایک درویش کامل عابد شب زندہ دار
 اپنی صحبت میں مگر رکھتے تھے تجھ کو تاجدار
 ہے زباں قاصر تیرے اوصاف ہوں کیونکر بیاں
 ہوا دحق شناس خوانی میری ہمت کہاں
 رہتی دنیا تک رہے گا نام لافانی ہے تو
 الغرض یہ قول فیصل ہے کہ لاتانی ہے تو
 از سر نو تاج سراغ آرزو روشن شود
 لطف گن بر ما کہ ایں صحرائے دل گلشن شود

گلزارِ دہلوی



مہند کے ترجمان تھے خسرو	مہندوستان تھے خسرو
کُلِ وطن کی زبان تھے خسرو	روحِ جمہوریت سمجھتے تھے
باعثِ عز و شان تھے خسرو	شہنشینوں میں خاتما ہوں میں
زندگی کا نشان تھے خسرو	وقت کی ہولناک ظلمت میں
کس قدر خوش بیان تھے خسرو	بات ہے یہ بیان سے باہر
بُتا کہے میں اذان تھے خسرو	کافرِ عشقِ کعبہ سُنّت
کتنے شیریں زبان تھے خسرو	شیرِ ہندی میں تھی شکرِ اردو
شیخ و پندت کی جان تھے خسرو	شیخ و پندت سبھی ہیں بیداری
فنِ آذر کی آن تھے خسرو	کلمہ گویوں کی شان تھی انسے
حاضرِ لامکان تھے خسرو	تھے خدا و رسول سے نزدیک
نفر کا امتحان تھے خسرو	خواجہ راستین کے عاشق

روحِ گلزارِ دین و دنیا تھے

روشنیِ دوزخِ ہان تھے خسرو

گلزارِ حلاوت



وطن میں صبح بنا رسِ رواج خسرو کا میحادم ہے زمین میں علاج خسرو کا
 جہاں کی ظلمتِ غم میں ہوائے طوفان میں جنوں کے فضل سے ہادیِ سراج خسرو کا
 خرد کے رقص جنوں کی انگنگ کا حاصل زبانِ عشق کا سنگم مزاج خسرو کا
 روایتیں ہوں کہ جدتِ مراۃ الفت ہے رسومِ ہند میں تُرکی رواج خسرو کا
 کبھی ہوا نہ تھا معقولِ اختلاطِ علوم زمانہ جتنا کہ قائل ہے آج خسرو کا
 ہجومِ خاص میں ممتاز کج کلاہی سے دلِ عوام پہ قائم ہے راج خسرو کا
 زبانِ ہندی و اردو کا بانی و آقا سریرِ ترکی و فارس پہ تاج خسرو کا
 دلوں کو جوڑنا الفت سے کام ہے اُس کا حدیثِ دل کی اشاعت ہے کاج خسرو کا
 وہ عاشقِ درِ مرشدِ فدائے سُلطانی شہسی و فقر میں تھا امتزاج خسرو کا
 جہانِ علم پہ ہیں اُس کے جہدِ احسان ادا وطن سے نہ ملو گا خراج خسرو کا
 وفاقی سید و پیڈت کے فیضِ عرفا سے ہے چار و آنگ میں روشن سراج خسرو کا

خدا کا شکر ہے گلزارِ دلوہی کا وجود

ز فرق تا بہ قدم ہے، مزاج خسرو کا

کرشن مودھن



پہیلیوں کا رچیتا وہ زندہ دل شاعر
 سہیلیوں کا چھیتا وہ عشق کا کافر
 جو کہ مکر نیوں اور چٹکلوں کا حقار سیا
 وہ میت گیتوں کا اہل و فاکا من بیا
 وہ نغمہ سنج عظیم و شہیر، وہ فاضل
 مرید پہنچے ہوئے پیر کا، خدا مائل
 وہ مردِ متانہ

خیال و ایمن و قول و ترانہ، قلبانہ
 اسی کی دین ہیں سنگیت کو، اسی نے تو
 روہ اجتہادِ سماپا تھا نابغہ خسرو
 ستار کو وہ رسیلا، انوپ روپ دیا
 کہ جس نے اپنے سروں سے دیوں کو موہ لیا

کئی زبانوں کا ماحصر تھا رہبرِ کامل
 فریدِ عصر تھا، سرشارِ عالم و عامل
 وہ فارسی کا سخن ور، گوی تھا ہندی کا
 وہ ترکی و عربی، سنسکرت کا بھی شیدا
 اُسے عزیز تھی پنجابی اور سندھی بھی!
 کہی اُسی نے غزل سب سے پہلے اُردو کی
 کہ جدت و ندرت

صفت تھی اُس کے شعور ہزار پہلو کی
 وہ اتحادِ مذاہب کا شوخ پیغمبر
 تھا بیکوں کا حبیبِ لبیب، ژرفِ نظر
 حق آشنا تھا بشر دوستی کا موسیقار
 عطا و جود کا پیکر، غنا کا شاہسوار
 غبارِ راہ سمجھتا تھا مال و دولت کو
 وطن پرست فقیرِ امیرِ دل خسرو
 امیر ایسے ہی، دھرتی کا غم بٹاتے ہیں
 فقیر ایسے تو صدیوں کے بعد آتے ہیں

کَـرِشَن مودھن



میں تری فرقت میں تھا محو فغاں
آج تیرے سامنے ہوں بے زباں

ہم ہیں زندہ اپنے دلبر کے لئے
نذر کرتے ہیں اُسے ہم اپنی جباں

جب سے اپنا دوست پہلو میں نہیں

بے خبر ہیں خود سے ہم بیچارگیاں

دستاں کو دے کے دل خسرو ہے شاد

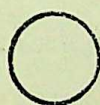
دل کے بدلے میں نہیں یوسف گراں

علی احسان جلیلی



محسن اعظم، امیر کارواں
 جامع فضل و کمالات، ایک ادارہ ایک فرد
 مجتہد، موجد، ادیب
 صوفی و درویش و عالم، ماہرِ موسیقی و علم نجوم
 خسر و اتلیم شعر و شاعری
 میر و غالب کی زباں کی جس نے ڈالی داغ بیل
 برج بھاشا میں سمو کر فارسی کی چاشنی
 دے دیا اک خوبصورت امتزاج
 آج کی اردو کا پہلا رنگ رسیا
 اس کے احسانِ سخن
 چیتاں، دو پہیے، پہیلی اور گیت
 آج بھی مقبول خاص و عام ہیں آج کی اردو
 اُسی کی دین، مدد دے اُسی کی ذرات کا
 محسن اعظم، امیر کارواں

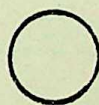
بشیر النساء میگم بشیر



اے عندلیبِ خوش نوا پروانہ نظامِ دیں
 روحانیت نواز ہے تیرا کلامِ دل نشیں
 سلسلہ نظامیہ ہے داستانِ خسروی
 مردِ حقیقت آشنا تھا آستانِ پیرِ بگماں
 اور وارِ داتِ قلب تھے شیخِ طریقِ پریاں
 کس درجہ نازِ آفریں تھا امتحانِ خسروی

دل ایک ہی نگاہ میں محرمِ لاز بن گیا
 اور اک کبوترِ حزیں دم بھر میں باز بن گیا
 عشق کی ایک جست میں بدلا جہاںِ خسروی
 درویشِ بے مثال تو شاعرِ بے نظیر تو
 نازشِ خانقاہ تو نورِ نگاہِ پیسِ تو
 فقر کی آن بان پر قائم ہے شانِ خسروی
 ہندو تتار و پارس کو شیر و شکر بنا دیا
 سب کی زبان سے تو نے اک جادو نیا جگایا
 اُردو زبان کی جان ہے اب تک زبانِ خسروی
 فرما رہے پیر ہی شان میں یہ مرید کی
 من تو شدم تو من شری من تن شدم تو جان شری
 محبوبِ حق کی جان تھی لا یریب جانِ خسروی

ظہیر احمد صدیقی



طوطی ہندوستان افسر و عالی مقام	تجھ کو اہل ہند کے حسن عقیدت کا سلام
عزت و اکرام تھے تیری جلو میں صفا بہ صفا	تجھ کو حاصل تھا محمدؐ کی غلامی کا شرف
خواجہ اجمیر کے جلووں کا آئینہ تھا تو	جاودانی علم روحانی کا گنجینہ تھا تو
خاک کو اکسیر کر دیتی تھی تیری اک نظر	تیرا دل داتا کے گنج فیض سے تھا بہرہ ور
حلقہ محبوب میں تھا کون تجھ سا سرفراز	کون تھا ایسا کہ بندہ ہو کے تھا بندہ نواز
زندگی میں کس کو یہ توقیر یہ خوبی ملی	اور کس کو ہزمِ محبوبی میں محبوبی ملی

گوشہ گوشہ فیض کے انوار سے معمور تھا
 دل نہیں تھا تیرے سینے میں چراغِ طور تھا
 گلستانِ عشق کو دل کا ہو تو نے دیا
 آدمی کو سوز و ساز آرزو تو نے دیا
 ساری دنیا سے انوکھی نے نوازی تھی تری
 راگ تھے ہندوستان کے، حجازی بھی تری
 خدمتِ انسانیت تھی بندگی تیرے لئے
 ایک تھی دیوِ حرم کی روشنی تیرے لئے
 شکر تیری فکر نہ کا قطعِ آغاز ہے
 ذات پر تیری تیرے ہندوستان کو ناز ہے
 ذہنِ انسان کو سیّ آبِ دلہا تھے سے ملی
 رام و گوتم کے ترانوں کو نوا تھے سے ملی
 تھی تیرے زریبِ گل و تسبیح بھی زنا رہی
 تیری بزمِ نور میں کافر بھی تھے دیندار بھی
 ہر گھڑی تو حال میں اپنے رہا کرتا تھا مست
 کیا ہوا کہتی تھی گردنیا کہ تو ہے بت پرست
 آدمیت تیرا مشربِ دوستی تیرا پیام
 باسماں اللہ اللہ بابر بہنِ رام رام
 محترم تیرے لئے گیتا بھی اور قرآن بھی
 کافر عشق و وفا بھی صاحبِ ایمان بھی
 تیرا شیوہِ کینہ و بغض و تعصب سے جہاد
 تیرا مسلک اتحاد و اتحاد و اتحاد
 تیرا اہل ہند کے حسنِ عقیدت کا سلام

تو امر ہے شریکِ زندہ رہے گا تیرا نام

تجھ کو اہل ہند کے حسنِ عقیدت کا سلام

طوطی ہندوستان کے خسرو عالی مقام

مظفر الدین خان صاحب



(۱)

اے ہند کی اتلیم سخن کے مختار حافظ نے کتے تھے حفظ تیرے اشعار
تو طوطی ہند ہے امیر خسرو آتی ہے ترے نام سے گلشن میں بہار

(۲)

تو ہند میں ہے ملک سخن کا بانی ہے زیبِ نخبے خسروی و سلطانی
ایران میں سکے کا چلن ہے تیرے تھا تیرا لقب ہند میں بھی خاقانی

(۳)

ہے عشق ترے قائم ہستی کا بگین دیپک کی طرح سانس ہے آتش آگین
تو شیخ میں اس طرح فنا ہے خسرو ہیں تجھ میں فنا جیسے نظام حق ہیں

رام کرشن مضطر



جہاں میں نام ہے خواجہ امیر خسرو کا
 کہ فیض عام ہے خواجہ امیر خسرو کا
 ہر ایک شعر ہے آئینہ رُخِ محبوب
 حسیں کلام ہے خواجہ امیر خسرو کا
 ہے اتحاد و محبت ہی دھرم اور ایمان
 یہی پیام ہے خواجہ امیر خسرو کا
 جھکی ہے در پہ جبینِ نیازاے مضطر
 یہ احترام ہے خواجہ امیر خسرو کا

جاویدا و ششٹ



طوطی ہند کے ترانوں سے گونجتی تھی فضاے گنگ و جمن
 ہند و فارسی کے سنگم پر
 اُس نے کیا کھینچیں تراشی تھیں
 ”قول و قلبانہ“ راگنی اور رگیت
 اک نئے رنگ میں سموئے تھے
 ساز سنگیت میں سنجوئے تھے

بین کو اُس نے مختصر کر کے
 اک رنگیں ”ستار“ چھیڑا تھا
 ہند کے دل کا تار چھیڑا تھا

سات صدیوں کے بعد بھی ہر سوانح نگار ہے ہوا کے جھونکوں میں
طوطی ہند کے ترانوں کی!

موجد ”ریختہ“ کا کیسا کہنا

اُس کا اندازِ شعر ابھیلا

طبعِ جدّت طراز نے اُس کی شاعری میں بھی اختراعیں کیں

”کہہ مکر فی“ ”ٹوٹھکوسے“ ”انمل“

سکتے اصناف کو سنوار دیا

جدّت و طرنگی کو عام کیا

میرِ مجلس، امیرِ موسیقی!

خسر و ملکِ شاعری بھی مہتا

جان ”محبوبِ اولیاء“ بھی تھا!

طوطی ہند کا جواب نہیں

یہ حقیقت ہے کوئی خواب نہیں

بیگل آتساہی



دن ہے سہانا چھیل چھیلارا ت بڑی ابلیلی ہے
 لیکن تجھ بن یہ موسم بھی جیسے ٹھکوں کی خویلی ہے
 دور رہے تو ہر اک لمحہ بیتی صدی سالگتا تھا
 پاس ہوئے تو ہر اک دھڑکن دلہن نئی نویلی ہے
 کچی نیند جگا جاتی ہے رات میں سادہ بھادوں کی
 المڑچوٹوں کی پردائی کتنی شوخ سہیلی ہے

ان دونوں ہی ایک ہی اس کے دو قالب ہیں ایک ہی جاں ہے
 پھر بھی اردو کو ہندی کی لوگ کہیں سوتیلی ہے
 میری زباں ہر دل کی زباں ہے کوئل کوئل حسن بیاں ہے
 برسوں تک یہ تو خسرو کی انگنائی میں کھیلی ہے
 آگتیں یاد کٹھور کی بتیاں برسے میں دھڑک گئیں چھتیاں
 پردیسی اب بھیج دے پتیاں برہن آج اکیلی ہے
 کون ہے کس کامیت نہ پوچھو یہ بھی جگت کی ریت نہ پوچھو
 اینوں سے پردہ ہے لیکن غیروں سے اٹھ کھیلی ہے
 ہر پہلو اک زخم اگاتے ہر کروٹ مرہم بن جاتے
 بیکل بوجھ کو تو بوجھو عشق بھی ایک پہیلی ہے

ظہیر غازی پوری



یہی علامتِ عز و وقارِ خسرو ہے
 غزل بھی نعت بھی دہا بھی گیت بھی اب تک
 وسیلہ نگہ و فکر ہے زمانے میں
 صد اوصوت کا کوچہ باب و چنگ کا گھر
 غزل کی صنف ہو یا ہلو پہیلیوں کی نمود
 خلیج صدیوں کی حائل ہے دریاں ہیں مگر
 ہر ایک لفظ میں پیغام حق ہے پوشیدہ
 جہاں چھلک پڑا عرفان و آگہی کا جام
 وطن کے عشق سے عرفان ذات تک دیکھا
 خدا رسیدہ بزرگوں کی بات جب آئے
 زبان و فکر و نظریات ہیں الگ تو کیا
 نظامِ جبر سے جمہوریت کی قدروں تک
 ہزار فن و ادب کی بڑھی ہو نا قدری
 اجڑا جڑ کے بسی ہے جو بارہا دلی

کہ ہر نگارِ شرفِ شاہکارِ خسرو ہے
 دیارِ ہند میں آئینہ دارِ خسرو ہے
 ادب کدے میں جو نقش و نگارِ خسرو ہے
 طلسم زار، بشوق و شعارِ خسرو ہے
 دیارِ شعر میں اک یادگارِ خسرو ہے
 دلوں میں اب بھی وہی افتخارِ خسرو ہے
 نیاز مندِ خرد، کار و بارِ خسرو ہے
 وہ بت کرہ حرمِ اعتبارِ خسرو ہے
 بہت بسیط حدِ اختیارِ خسرو ہے
 تو فرد فرد یہاں اشک بارِ خسرو ہے
 ہر ایک شخص یہاں جاں نثارِ خسرو ہے
 اداسِ شناسِ زمانہ دیارِ خسرو ہے
 جو اہلِ فکر و نظر ہے وہی خسرو ہے
 وہیں امانتِ مشتِ غبارِ خسرو ہے

گناہ گارِ ادب لوگ جس کو کہتے ہیں
 وہی ظہیرِ حزمین راز دارِ خسرو ہے

حقیقتیں اسی



طوطی ہندوستان ہے خسرو شیریں زباں تاجدارِ شاعرِ اراں ہے خسرو شیریں زباں
 علم و فن کا رازِ داں ہے خسرو شیریں زباں اک جہاں اندر جہاں ہے خسرو شیریں زباں
 قبلہ روشن دلاں ہے خسرو شیریں زباں کعبہ دیدہ وراں ہے خسرو شیریں زباں
 ”خلقِ می گوید کہ خسرویت پرستی می کن“ جبکہ خودایماں کی جاں ہے خسرو شیریں زباں
 جس کو دہرائے گی دنیا انجمن در انجمن عشق کی وہ داستان ہے خسرو شیریں زباں
 آشنائے کیفِ موتی، محرمِ حسن و جمال صدرِ بزمِ دلبراں ہے خسرو شیریں زباں
 اتحاد و اتفاق باہمی اُس کا پیام صلح کل کا ترجمان ہے خسرو شیریں زباں
 ہندو و مسلم ہیں دونوں اس کی زلفوں کے اسیر خزانہ قوس و ازاں ہے خسرو شیریں زباں

اسکی بخشش کا بہانہ ہے حقیقت اس کا کلام

مصطفیٰ کا مدارحِ نواں ہے خسرو شیریں زباں

عزیز وارثی



یوں تو ہیں لاکھوں حسین، الفت کے قابل ایک ہے
چار جانب ہیں شماعیں ماہ کامل ایک ہے
قیس ہو، سر ہاد ہو، وامق ہو یا محمود ہو
ہیں نگاہیں مختلف لیلائے محل ایک ہے

بصیرت آفریں یہ سر زمیں ہے
یہاں کا ذرہ ذرہ دل نشیں ہے
یہی ہے حضرت خسرو کی محفل
یہاں تم فریق کفر و دیں نہیں ہے

نہ دل کا اور نہ دل کی عاقبت کا ذکر ہوتا ہے
یہاں محبوب کی محبوبیت کا ذکر ہوتا ہے
یہاں روح الایں کی روح کو تسکین ملتی ہے
بہر عالم یہاں روحانیت کا ذکر ہوتا ہے

یہ کعبہ ہے کلیا ہے نہ مسجد ہے نہ بت خانہ
یہاں ہر ایک سالکس لیے یہاں مسلک ہے زندانہ
یہاں ہر دور میں سب کو بقدر ظرف ملتی ہے
یہاں شیشہ ہے ساغر ہے مراحمی ہے نہ پیمانہ

یہ جگہ وہ ہے کہ مشرب کی کوئی قید نہیں
کوئی جذبہ ہو تخیل ہو مگر حیدر نہیں
سب برابر ہیں یہاں سب کا برابر حق ہے
کوئی راجہ نہیں رانا نہیں جمشید نہیں

عروسِ نظم کے گیسو سنوارنے والے
شباب و شعر کے جلوے نکھارنے والے
ترے نقوشِ تخیل میں زندہ جاوید
مرے نقوشِ تخیل ابھارنے والے

کامل قرلشی



خردم مئے حق ہے اس دور کا میخانہ
 یا خواجہ خسرو تو بھر دے مرا پیمانہ
 اللہ رے تری خسرو وہ چشمِ کلیمانہ
 بت خانہ ہوا کعبہ، کعبہ ہوا بت خانہ
 اللہ رے اسرار و اندازِ حکیمانہ
 ظاہر میں تو شاہانہ، باطن میں فقیرانہ
 بے نور ہے مدت سے دل کا مرے کائنات
 ہاں اب تو نظر آ جا اے جلوۂ حبانانہ
 وہ جامِ حقیقت دے اے خسروِ مستانہ
 میں پی کے پیکار اٹھوں، دیوانہ ہوں دیوانہ

انداز ترا خسرو ہر رنگ میں شاہانہ
 گفتار حکیمانہ، کردار کریمانہ
 تو پیکرِ روحانی، اک چشمہٴ عرفانی
 گنجینہٴ علم و فن، اک شاعرِ فرزانه
 آجھ میں سما جاتو، میں تجھ میں سما جاؤں
 تو شمعِ حقیقت ہے، میں ہوں ترا پروانہ
 محفل میں تری خسرو مجذوب بھی سالک ہے
 دیوانہ جو تیرا ہے، فرزانه ہے فرزانه
 دے شیخ و برہمن کو سرمستیِ روحانی
 بے کیف ہے پیمانہ، بے رنگ ہے میخانہ
 تو صاحبِ قسمت ہے، تو صاحبِ عظمت ہے
 حاصل ہے تجھے وصلِ سنگِ درِ جانانہ
 محبوبِ الہی کے محبوب، خدا شاہد
 روشن ہے ترے دم سے دُنیا کا سیہ خانہ
 تجھ کو بھی حقیقت کے انوار سے پُر کر دے
 تو نورِ تجلی ہے، میں ظلمتِ ویرانہ
 کچھ پاس نہیں میرے کیا نذر کروں تیری
 گلہائے عقیدت کا لایا ہوں میں نذرانہ

صغیر احمد صوفی



تجلی نورِ ایمان جلوۂ بے داغ ہے خسرو
 خدا کے فیض کا در پر ترے بازار ہے خسرو
 گدا ہو، شاہ ہو، سب پر ترا فیضان یکساں ہے
 جہاں والوں کے حق میں بارشِ انوارِ خسرو
 تقدس کی منیا ہے منع الہام ہے خسرو
 خدا کا عرش سے بھیجا ہوا پیغام ہے خسرو
 اگر چشمِ بصیرت ہو تو پھر یہ راز افشاء ہے
 حقیقت میں علاجِ گردِ دشنام ہے خسرو
 خوشایہ شبِ پنچا و رترے در پر سب کا تن من ہے
 عقیدت کے چراغوں کی نظر بھی سوئے مرن ہے
 معطر ہے فضا یہ کس کا ذکرِ خیر ہے صوفی
 کہ ایسے وقت میں روحانیت کی شمع روشن ہے

صغیر اہل صوفی



فنکار تھا، حاصلِ تھی، ہر فن سے شناسائی
 قدموں میں رہی اُس کے ہر منزلِ دانائی
 وہ ہزمِ شریعت ہو، یا ہزمِ طریقت ہو،
 ہر حال نمایاں تھی اُس شخص کی گیرائی
 اک عاشقِ صادق تھا اک رہبرِ کامل تھا
 وہ مردِ قلندر تھا، ہر علم کا شیدائی
 ہندو ہو، مسلمان ہو کس دل میں نہیں گونجی
 اس ہند کے طوطی کی آواز کی شہنائی
 اشعار سے پھیلا یا پیغامِ محبت کا
 موسیقی کے نغموں سے کی انجمنِ آرائی
 دنیا سے گئے اُس کو یوں سات صدی گزری
 باقی ہے مگر اب تک اُس کی وہی رعنائی
 یہ شقی حقیقی کا اعجاز ہے، خسرو نے
 محبوبِ الہی کے قدموں میں جگہ پائی
 اشعار نے خسرو کے عقدے کئے تل کیا کیا
 جب بھی کبھی صوفی پر دشوار گھڑی آئی

درشن سنگھ دگل



خسرو دانا با کوئی تجھ سا کہاں فرزا نہ تھا
 تو خدا سے آشنا تھا، آپ سے بیگانہ تھا
 دل کو چین آتا نہ محبوبِ الہی کے بغیر
 شمع تھی حبِ نظامی اور تو پروانہ تھا
 بے ستونِ شعر و علم و آگہی کے کوہِ بے
 یسلی فنکرو شعور و فن کا تو دیوانہ تھا
 تھی تجھے عشق جنوں آگیاں کی مے خواری پسند
 اور درگاہِ نظام الدین ترا میخانہ تھا
 باسماں اللہ اللہ با برہمن رام رام
 دھن تری مستانہ تھی مسلک ترا نارانا تھا
 روحِ مذہب پر نظر تھی یعنی انسان دوستی
 امتیازِ مذہب و ملت سے تو بیگانہ تھا

تیرے انکارِ نشاطِ انگیز سے ظاہر ہوا
 دل ترا اخلاص کا چھلکا ہوا پیمانہ تھا
 تھی کوئی دنیا سے دل چسپی تو ذاتِ دوست تھی
 ورنہ عالم دیدہ حق میں اک ویرانہ تھا
 تو نے پی مہباتے عرفاں ہر تجلی گاہ سے
 ایک ہی ساتی تھا جو میخانہ در میخانہ تھا
 سر ہمیشہ دل کے دروازے پہ خم پایا گیا
 تیرا سجدہ بے نیاز کعبہ بیتِ خاتمہ تھا
 اپنے پہلو میں لٹایا اُس نے زیرِ حاکم بھی
 جس کا تو مہمان تھا، جو ترا صاحبِ خانہ تھا
 آج صوفی سنت بیٹھے ہیں جو تیری بزم میں
 میں نے دیکھا ان کے لب پر تیرا ہی افسانہ تھا
 ان کے سینوں میں بھی روشن ہے وہ عشقِ جانفزا
 دل ترا جس عشق کا نور آفریں کا شانہ تھا
 یہ بھی اہلِ درد رکھتے ہیں محبت کی تلاش
 جس محبت کے لئے تو عمر بھر دیوانہ تھا
 ہم نے اے درشن محبت کے سوا آفاق میں
 ”خواب تھا جو کچھ بھی دیکھا ہو سنا افسانہ تھا“

درشن سنگھ دگل



(۱)

ہمز کا آئینہ خسرو، سخن کار از دماں خسرو
 علوم معنی و دانش کا مہر و نشان خسرو
 وہ عالم بھی، وہ موسیقار بھی، صوفی بھی، شاعر بھی
 سخن سنجانِ بھارت کا امیر کاروانِ خسرو

(۲)

علم و دانش کا آفتاب تھا وہ
 شعر و حکمت میں لا جواب تھا وہ
 تھا تو درویشِ خرقہ پوش مگر
 خسرو آسماں جناب تھا وہ

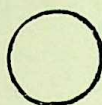
(۳)

شاعرِ کامل بھی تھا وہ اور موسیقار بھی
 مردِ میدانِ عمل بھی، صوفی بیدار بھی
 ڈال دی خسرو نے بھارت میں بنائے اتحاد
 اس لئے کہتے ہیں اُس کو عاشقِ دلدار بھی

(۴)

میر خسرو، عاشقِ حضرت نظامِ ر
 سرِ سر ہے معرفت جس کا کلام
 ہند کا مہر فردِ مل جل کر رہے
 تھا یہی اُس عاشقِ حق کا پیام

ہمارے بے



امیر قافلہ دل ہے تو مرے خسرو
گداز عشق کی منزل ہے تو مرے خسرو

حدیثِ روحِ محبت ہیں تیرے فرمودات
خود آگہی و خود می کا جہان تیری ذات

ہر ایک قول ترا قول خسروانہ ہے
تیری حیات کی تفسیر یہ زمانہ ہے

بہارِ نازہ عبارت ترے چمن سے ہے
جمالِ خود نگری تیری انجمن سے ہے

تو راز عشق بھی تھا حاصلِ محبت تھا
تیری نواؤں میں آہنگ سازِ نطرت تھا

نشانِ راہِ محبت ترے بلند افکار
تجھی سے آج بھی قائم ہے شعرو فن کا دثار

جہاں میں آج بھی جاری ہے فیضِ عامِ ترا
رہے گا تابہ ابد اس جہاں میں نامِ ترا

رشتی پٹیا لوی



عالم شعر و ادب میں یوں تو ہے
اپنا انداز، اپنا ڈھب، اپنی ادا
ہاں! مگر اُن کا کوئی ثانی نہیں
میر آتش غالب و خسرو، ولی
اُن میں بھی جو مرتبہ خسرو کا ہے
یوں درخشندہ رہے گا شریک
در فصاحت، در بلاغت در بیاں
آج تک، صدیاں گزر جانے پہ بھی
ہر کسی کا اپنا رنگ اپنا مقام
اپنا فن، اپنا سخن، اپنا کلام
یاد رکھتے جاتیں گے دو چار نام
آیتِ تسخیرِ مہتا جن کا کلام
برتری میں وہ رہے گا لا جواب
جس طرح تاروں کی صف میں ماہتاب
بزمِ فن و فن پہ ہے تھپایا ہوا
مُستند ہے اُس کا سرِ مایا ہوا

لاکھ پنیے وسعتِ علم و ادب
 جو کہا اُس نے زبانِ عام میں
 عرشِ پیماس کی فکر نکتہ رس
 عایانہ طرزِ نو، اسلوبِ نو
 ٹھہریوں، پٹوں، دو سٹخوں کا دھنی
 شہرہٴ نظم اُس کا تھا ایران تک
 اُس کے سرموداتِ حق و آہی
 تھا وہ نباضِ مزاجِ زندگی
 خدمتِ علم و ادب کے ساتھ ساتھ
 وہ علم بردارِ آئینِ وفا
 اُس کا مذہب، مذہبِ انسانیت
 اُس کی تعلیم اتحاد و اشتراک
 صوفیاتِ اک ذات میں مرکوز تھیں
 حاملِ سرمایہٴ علم و ہنر
 ایک رشتے میں پروئے کے لئے
 زندگی بھر وہ عملِ پیرا رہا
 گفتگوئے فکر و فن ہوگی جہاں
 لاکھ ہو کوئی سلاست کا امیں
 اُس کی عظمت کا بدل ممکن نہیں
 حُسنِ معنی خوش بیانی سے عیاں
 نقشِ موری تر زبانی میں نہاں
 ابتِ آخر و سلطانی تھا وہ
 ہند میں خاقانی ثانی تھا وہ
 ہیں زباں زد آج بھی بہرِ سُخن
 اُس کا چرچا انجمن در انجمن
 غرقِ عرفان و عبادت بھی رہا
 شاہدِ حق و حقیقت بھی رہا
 آگہی اُس کی حقیقت آشنا
 اک مُعلم بھی تھا وہ شاعر بھی تھا
 دل کا بھی تھا، نام کا بھی تھا امیر
 پھر بھی تھا وہ یو فیروں کا فقیر
 دلی و لاہور و ملتان و دکن
 بر بنائے ارتقاءِ علم و فن
 نامِ خسرو کا زباں پر آئے گا

باعثِ توقیرِ یادِ رفتگان

نام یہ عہدِ آفریں کہلائے گا

بدیع الزماں نثار

مرا وطن، مری دھرتی کی ایک جنت ہے
 یہاں کی آب و ہوا خوش گوار ہے کتنی !
 یہاں کے سبزہ و گل میں بھی کیا لطافت ہے
 مری وطن میں ہے خوشی، وہ خوبصورت ہے
 مرا وطن مری دھرتی کی ایک جنت ہے

یہی تو ہے وہ زمیں، سات سو برس پہلے
 کیا تھا جس کی فقاؤں سے پیار، خسرو نے
 یہی تو ہے وہ زمیں، سات سو برس پہلے
 کئے تھے جس پہ دل دجاں نثار، خسرو نے

یہی زمیں ہے جہاں سات سو برس پہلے
 مری زبان کے اک بے مثال شاعر نے
 مری زبان میں زورِ قلم دکھایا تھا
 مری زمین کی عظمت کا راگ گایا تھا

یہی زمیں ہے جہاں سات سو برس پہلے
 مری زبان کا معیار اپنے گیتوں میں
 مری زمین کی فصلوں کا ذکر کرتا تھا
 مری زمین کی مٹیوں کا ذکر کرتا تھا
 مری زمین کی شاموں کا ذکر کرتا تھا
 مری زمین کے باغوں کا ذکر کرتا تھا
 مری زمین کے پھولوں کا ذکر کرتا تھا

مرے چمن کا وہ طوطی تو اب نہیں ہے مگر
 جو اُس نے چھوڑی ہے وہ یادگار باقی ہے
 مرے وطن کا وہ گایک تو اب نہیں ہے مگر
 وہ چھپتا تھا جسے وہ ستار باقی ہے

یہی ستارہ مری قیمتی امانت ہے
 یہی ستارہ مری لازوال دولت ہے
 یہی ستارہ مری شان، میری شوکت ہے
 نہیں ہے ساز کوئی
 اس ستارہ سے بڑھ کر

ہیں اس کے تاروں میں پوشیدہ پیار کے نغمے
 ہیں اس کے تاروں میں پنہاں بہار کے نغمے

یہی ستارہ مجھے آج پھر اٹھانے دو
 کہ سن لیں مشرق و مغرب پیام خسرو کا
 یہی ستارہ مجھے جھوم کر بجانے دو
 کہ گونج اُٹھے زمانے میں نام خسرو کا
 اسی ستارہ پہ وہ راگ مجھ کو گانے دو
 کہ جن سے نوع بشر سیکھ لے رواداری
 کرے نہ کوئی کسی کی یہاں دل آزاری

قصرِ جلالِ آبادی



مقام اس کا فرازِ آسمان تھا
 کبھی انگلی ستارِ جانم فزا پر
 کبھی تھا سوزِ سارِ جی سے محو
 نکھاج سے کبھی کرتا تھا باتیں
 کبھی تھا رقص کی محفل میں موجود
 عجب تھی قوتِ ایجاد اس کی
 جہاں سجدے کئے اس کی جبین نے
 اب اس سے بڑھ کے کیا تعریف ہوگی
 زبانِ ہندوی اس نے سنواری
 جو گوری سوئی مکھ پر کیس ڈالے
 فراقِ پیر میں دم اس نے توڑا
 عذیم المثل تھی تارِ نیخ و ملش
 کہ خسرو اہلِ بیاں تھا
 کبھی شعرو سخن کا لارِ دال تھا
 کبھی ڈھولک پہ ہاتھ اس کا رواں تھا
 کبھی شہنائی سے نفخشاں تھا
 کبھی نورِ دل روجانیاں تھا
 ہر اک فن میں وہ کیٹائے زباں تھا
 نظام الدین کا وہ آستان تھا
 کہ سعدی سا سخن و زبردان تھا
 وہ اک ایسا عظیم اہلِ زباں تھا
 ہوا تارِ یک خسرو کا جہاں تھا
 وہی لمحہ وصالِ جاوداں تھا
 جہاں میں اس کا نانی ہی کہاں تھا

نہ کیوں اس کو کہیں ہم طوطی ہند
 وہ پہلا شاعرِ اردو زباں تھا

فَضْرِبِی



سرِ پاشوق بن جائے سلامی ہو تو ایسی ہو
 اٹھائے بھی نہ اٹھے سرِ غلامی ہو تو ایسی ہو
 بنے محبوب، محبوب الہی کے شرف دیکھو
 محبت ایک در سے اور دو امی ہو تو ایسی ہو
 فقیری پر امیری کو کیا قربان خسرو نے
 گدائی کی عطا ہے شاد کامی ہو تو ایسی ہو
 فرشتے رشک کرتے ہیں بشر کی کیا حقیقت ہے
 کسی کی دو جہاں میں نیک نامی ہو تو ایسی ہو
 معطر ہوں فضا میں ہر طرف اک کیف چھا جاتے
 میسر آدمی کو خوش کلامی ہو تو ایسی ہو
 نواز پیر و مرشد نے خضر کچھ ایسا خسرو کو
 کسی پر ملتفت چشمِ نظامی ہو تو ایسی ہو

خضر برنی



یہاں جب شمع روشن ہے تو پروانے کہاں جاتیں
 لٹا دیں گے یہیں اب جان دیوانے کہاں جاتیں
 ہمیں تو مل گیا ہے آستانِ شیخِ قسمت سے
 جنوںِ شوق کو اب پھر سے الجھانے کہاں جاتیں
 عطا ہوئی ہے اس در سے فیروں کو شہنشاہی
 اسے ہم چھوڑ کر دامن کو پھیلائے کہاں جاتیں
 کبھی اس در سے کوئی غیر بھی خالی نہیں جاتا
 پرستار آپ کے یہ جانے پہچانے کہاں جاتیں
 نگاہِ لطف سے مٹ جائے گی سب بے کلمی دل کی
 مریضِ عشق اپنی نبض دکھلانے کہاں جاتیں
 مطاوتِ تشنگی پیاسوں کی اب تو پیرِ میخانہ
 شرابِ عشقِ پینے رندِ میخانے کہاں جاتیں
 جبینِ شوق نے بوسے لئے اس آستانے کے
 خضر ہم اپنی قسمت کو بدلوانے کہاں جاتیں

طاہر نظامی رامپوری



سراپا نور و شانِ کبریائی حضرت خسرو
 نقیب خاص محبوبِ الہی حضرت خسرو
 خدا کی بارگاہ میں اور دربارِ رسالت میں
 براہِ راست ہے تیری رسانی حضرت خسرو
 مری آنکھوں نے صدمہ بار دیکھا ہے کہوروں نے
 تمہارے در پہ کی ہے جبہ سانی حضرت خسرو
 جمالِ روتے روشن پر فقط میں ہی نہیں شیدا
 فدا ہے آپ پر ساری خدا کی حضرت خسرو
 سلاطینِ زمانہ باعثِ عزت سمجھتے ہیں
 مبارک ہے ترے در کی گدائی حضرت خسرو
 عجم ایران و پاکستان، سمرقند و بخارا کیا
 عرب تک ہے تمہاری بادشاہی حضرت خسرو
 زمانے نے عینیت مند طاہر کو ستیا ہے
 دہائی ہے دہائی ہے دہائی حضرت خسرو

النور صلیقی



گردیکھ سکے کوئی تو خسر و تری ہستی
 اک جلوۂ مد خود گری و خود شکنی تھی
 اک دولتِ آواز تھی اک دولتِ احساس
 مہمان مرے گھر تری شیریں سخنی تھی
 مرے نفس سرد ہیں بھی جاگے تو اک بات
 ترے نفس گرم سے جو دنیا بنی تھی
 آواز سے پہلے تری، اردو جسے کہتے
 ”اک چیز لچر سی بہ زبانِ دکنی تھی“
 اک موجہ نگلی رنگ تھا آواز کا عالم
 کیا خوش چینی خوش چینی خوش چینی تھی
 تو خالقِ صدا بنجن و بزم تھا لیکن
 قسمت میں فرزراں، تری خود انجمنی تھی

شمس اعجاز



حیرم عشق الہی کا راز داں خسرو
 رموزِ حسنِ مجازی کا ترجمان خسرو
 نقوشِ پاسے ترے جل اٹھے ہیں دنیا میں
 چراغِ نورِ اندھیروں کے درمیان خسرو
 ہے تیرے علم سے خود آگہی کی تدبیریں
 ہے تیرا نام محبت کی داستان خسرو
 قیودِ مذہب و ملت سے ہو کے بالاتر
 رہا ہے بن کے انوث کا پاساں خسرو
 ہر ایک دل کے لئے ہر نئے زمانے میں
 شورِ بانگِ درا، میر کا رواں خسرو
 ہے تیری فکر سے ہندی میں فارسی کی ٹھٹھا
 ہے اس زبان میں تری لذتِ بیان خسرو
 ہر انجمن میں جو خوشبو کی طرح پھیل گئی
 تری زبان بھی تھی عود کا دھواں خسرو

زہے نصیب کہ اس بوڑھے وقت کے دل میں
 تراخیاں، تری یاد ہے جواں خسرو

النور مسعود



اُسے ہم نے نہیں دیکھا
 کتابوں میں پڑھا ہے
 ہمارا عہد اُس کے فکر و فن کا شہر ٹھہرا ہے
 مدینہ علم و دانش کا
 وہ شاعر، ساز اور نغمے کا خالق
 خدا کا پاک بندہ
 ماور ہندوستان کا خوش ادیب
 ہمارے سے ادھر آگے بھی اُس کا بول بالا تھا
 ہمارے عہد میں بھی اسکا چرچا ہے
 اُسی خسرو، اسی فکر و نظر کی روشنائی کا
 ہم اُس سرچشمہ دانش کا ورثہ ہیں
 امانت ہیں

دھنک جیسی سچلی تہذیب
 خسرو سے عبارت ہے

سَرِ مرزائیؔ



اے آئیر! اے شمع بزمِ اتقیاہ خسروِ اقلیم اربابِ صفاء
 شمعِ محفل بودِ محبوبِ خدا تو نے ”شبِ جائے کہ من بودم“ کہا
 نازشِ کونین کے اے رازداں
 ہے رسائیِ تابہ اوجِ لامکاں
 اے چسراغِ دہلوی کے یارِ غار صاحبِ جاہ و شمشبِ زندہ دار
 حُبِ ابنائے وطن تیرا شمار اور پھر ایجادِ تیزی ہے ستار
 کائناتِ شوقِ دل کا ایک داغ
 زندگی کا تو نے پایا ہے سراغ

کش کہ شہر سبز آبائی وطن تیرا پیالی وطن، لعلِ ختن!
 نو برس کی عمر میں فنکر سخن اور باندازِ وقوفِ روح و تن

تیرے موضوعِ سخن ذات و صفات

انفس و آفاق و امکان و ثبات

فنِ موسیقی میں یکتائے زماں معرکوں میں بھی تھا میر کا رواں
 مومنِ کامل، بدامن و وجہاں سرفی الآفات، ذوقِ کامراں
 مطلع الانوار ہے تلمیقِ حق

دفرِ معنی ہے جس کا ہر ورق

فصل سے پائی نگاہِ نکتہ رس فکرِ فردا اور بہ ہوشِ پیش و پس
 سارے اصنافِ سخن پر دسترس جو کہا، اللہ بس باقی ہو بس
 دورانِ عکس و منعز و ریختی

کیفِ آور دو ہے ٹھمری، مثنوی

عشقِ تیرا ذوالفقارِ بوترا ب بارگاہِ حسن میں تو باریاب
 فنکر میں تیری حقیقت بے نقاب جس سے سارا ایشیا ہے فیضیاب

دلِ ترانہ نویسِ ایوانِ رسول

میرے گلہائے عقیدت ہوں قبول

چمن لال گو سائیں کمالوی



جذب و مستی کا جہاں ہے خسرو
 خسر صاحبِ نظر اں ہے خسرو
 جس کے دامن سے بندھے ہیں لاکھوں
 خسرو فیضِ فشاں ہے خسرو
 جس نے قوموں کو محبت بخشی
 آدمیت کی زباں ہے خسرو

فخر و درویشی و موسیقی میں

قبلہ اہل جہاں ہے خسرو
ہند کی خاک کی عظمت کی قسم

اس کی عظمت کا نشان ہے خسرو
وہ نہ ملا ہے نہ زاہد، نہ فقیر

بندۂ پیر مغال ہے، خسرو
سات صدیوں کے گزرنے پر بھی

مرجع پیر و جواں ہے خسرو
جہل و نفرت کی فضاؤں سے پرے

عشق و الفت کی ازاں ہے خسرو
ہجیر و رشیدیں ہوا جس کا وصال

ہاں وہی سوختہ جاں ہے خسرو

عبدالمتین نیاز



ہزاروں سال کی بے نوریاں تخلیق کرتی ہیں
 اک ایسی آنکھ جو بچپیدگی وقت کا ادراک رکھتی ہو
 ہر اک احساس، ہر اک فکر سے ہوا گئی جس کو
 جو مستقبل کی آن دیکھی تھوں میں جھانک سکتی ہو
 جو مہر و ماہ سی روشن ہو فور علم و دانش سے
 جو لفظ و صورت کے ہر رنگ کو خود میں سمو پائے
 جو ہستی کی تہوں میں ڈوب کر موتی نئے لائے
 جو ارمان و تمنا کے انوکھے گیت سنتی ہو۔

خوشی کے پھول چننی ہو
 غموں سے جس کی یاری ہو
 اک ایسی ہی نرالی آنکھ تھی خسرو کی ہستی بھی
 جو مستقبل کا سینہ چیر کر ہم تک چلی آئی
 ہماری روح پر کچھ تازگی کے رنگ برسانے
 پھر احساس و تفکر کے نئے عنوان سمجھنا
 ہمارے خشک پیتے ذہن کو بالیدگی دینے
 وہ اک فنکار اک انسان، اک صوفی،
 جو اپنے فن کی روشن آنکھ میں بے جلوہ گراں بھی
 اُسی کے حشّن کا سب آج ہنگامہ اٹھاتے ہیں
 مگر پیغام اس کے فن کا سنتا ہی نہیں کوئی
 نمائش اس کے فن کی ہو رہی ہے ساری دنیا میں

سجاحتِ نظیر



بساطِ ارض پہ ابھرے ہیں ویدہ ور لاکھوں
 بدل بدل کے نظر آتے صبح و شام کتنی
 کمالِ شعروادب کا جہاں مقام آیا
 ترے سوا نہیں یہ اور کوئی، انے خسرو
 جہاں شوق میں تو نے جگاتے ہیں جہاد
 تری حکایتِ دل ہے حدیثِ راز و نیاز
 پہیلیوں میں تری، ذہن کے کتنی اسرار
 ترے شعور کے دامن میں ہیں وہ پھول تمام
 مہ و نجوم فضا میں ہیں جلوہ گر لاکھوں
 رو حیات میں مجھ سے ملے مقام کتنے
 نجاتے میری زباں پر یہ کس کا نام آیا
 کہاں سے لائے ترا طور کوئی، انے خسرو
 تراشنے ہیں صنمِ نظم و نثر کے پہ
 تری حیات کی روداد میں ہے سوز و غم
 ہر ایک بات میں ہے تری ندرتِ انظار
 سنا رہے ہیں جو عہد بہار کا پسینہ

کبھی بن سکادر دوام شاہی جلال
 زبانِ آتش و غالب کے اولین فن کار
 سلام، خسر و شیریں سخن، ہو تجھ پر سلام
 ترے کلام میں ہیں دل کی کیفیات کتنی
 تری رباعی میں شکر و نظر کا عالم ہے
 تراقصیدہ، تری مثنوی، ترے ابیات
 تری غزل میں ترپتا ہے جلوۂ صدرنگ
 تراخیال، تراٹہ، بندت، اور ماآر
 کبھی ہے بزم میں تو، ایک شوخ نغمہ طراز
 تراطریق غریبی نہیں، امیری ہے
 مگر ہے تازہ ابھی تک ترے ہنر کا جمال
 زبانِ جامی و حافظ میں ہیں ترے شہکار
 نظر نواز ہے، خاطر نشیں ہے تیرا کلام
 مشاہدات کتنی اور تجسرات کتنی
 سرور و کیف کا، جذب و اثر کا عالم ہے
 نگار خانہ فن میں مرقعِ جذبات
 ترا سخن ہے تری زندگی سے ہم آہنگ
 دکھار ہے ہیں تری جدت ہنر کی بہار
 تو رزم میں ہے کبھی ایک ترک تیر انداز
 ترا سلوک مگر جادۂ فقری ہے

بجا ہے، تجھ کو اگر جامع الصفات کہیں

جنون و ہوش کی رنگین کائنات کہیں

اور امین خرو کے ایجاد کردہ راگوں کے نام ۱۔ بندت کا میلہ ۲۔ برسات کا گیت۔

خواجہ غلام نظام الدین قادری



خسرو ملک ولایت خسرو
 نیز بُرج کرامت خسرو
 راہ الفت میں فنا فی المحبوب
 پیکر عشق و عقیدت خسرو
 درس یکتائی ملت سے ہوئے
 ہند میں مرکز وحدت خسرو
 تیرے محبوب کا خواجہ ہے غلام
 اس پہ بھی چشم عنایت خسرو

واجب سحری



دراصل فسانہ ہے ترا ایسا فسانہ
 بھولا ہے نہ بھولے گا کبھی جس کو فسانہ
 دیوانہ محبوب الہی تو کبھی تھا
 اب تو ترا دیوانہ ہے یہ سارا زمانہ
 اخلاص کی تجھ میں یہ ادا پائی گئی ہے
 دشمن بھی ہوا تیر مجت کافسانہ
 اک ہستی رنگین کے ہیں عنوان ہزاروں
 حیران ہوں کس طرح لکھوں تیرا فسانہ
 تو انجمنِ عشق کی اک شمع ضیا بار
 تو سازِ محبت کا ہے رنگین ترا نہ
 خسرو تری عظمت کا ہے واجب بھی پرستار
 اقلیم سخن میں تری ہستی ہے یگانہ

فیضِ رحیمِ سی دھلوی



ابھی تک قلبِ افسردہ جواں معلوم ہوتا ہے
 یہ درپردہ کوئی روحِ رواں معلوم ہوتا ہے
 جسے دیکھو، وہی ایذا رساں معلوم ہوتا ہے
 زمیں کا ذرہ ذرہ آسماں معلوم ہوتا ہے
 کچھ اس اسلوب سے آغاز کی ہے داستان میں نے
 کہ ہر فقرہ مکمل داستان معلوم ہوتا ہے
 بدل ڈالا ہے ماحولِ قفسِ اتنا اسیروں نے
 کہ بادیِ النظر میں آشیاں معلوم ہوتا ہے
 سحر سے شام تک سجدے ہیں اور سجدے بھی بے گنتی
 سرِ شوریدہ مجذوبِ آستان معلوم ہوتا ہے
 بباطن تو ہی تو ہر انجمن میں جلوہ آرا ہے
 بظاہر تیرا ہر طوبہ نہاں معلوم ہوتا ہے
 نگاہیں روضہِ خسرو پہ قیصر کا نپ جاتی ہیں
 کہ ”زندہ موجدِ اردو زبان“ معلوم ہوتا ہے

Forwarded with compliments
from the Department of Culture
Government of India.

تضمین

نظیر اکبر الہی



کب لالہ و گل کر سکیں، عارض سے تیرے ہم سری
 قد سے خجل سر و سہی، رفتار سے کبک در سی
 محبوب تجھ سے سیکھ لیں، ناز و داد و دل بر سی
 اے چہرہ زیبائے تو، رشکِ بُتِ انِ آذر سی
 ہر چند و صفت می کنم، در حسنِ راں زیبائی
 ہے شور تیرے حُسن کا، لے کر زمیں سے چرخ تک
 دن رات صورت کو تری، شمس و قمر رہتے ہیں نمک
 دیکھے ہے جو تیرے تن میں، کہتا یہی ہے یک بہ یک
 ”بالقش می بند و فلک کس را نہ دیدست این نمک
 خوری نہ دانم یا ملک، سر زبدا دم یا پری“
 تیرا رخ اے رعنا صنم، بھر کر نظر دیکھے ہے جو
 کھودے ہے وہ ایمان کو، باندھے ہے وہ زنا کو
 دیوانے تیرے عشق میں، دل سے نہیں کچھ ایک دو
 عالم ہمہ یغنائے تو، خلقِ جہاں شیدا ئے تو
 ہیں نرگسِ رعنائے تو، آوردہ رسمِ کافری

ہے خلقِ خوبی میں بھرا، اس طور سے وہ نازنین
 بہزاد وانی دیکھتے، تو ہوتے وہ حیرت فتریں
 گر اس بیاں کی راست کا ہے کچھ نہیں تجھ کو یقین
 صورتِ گریبا تے ہیں، رو صورتِ یارم بہ ہیں
 یا صورتے کش این چنین یا ترک کن صورتِ گری
 ہیں خلق میں ہر سو عیاں، رنگین ادا زیبا صم
 گل گوں قبا نازک بدن، سوزیب و زینت سے ہم
 کی غور تو سچ ہے ہی، مجھ کو محبت کی قسم
 آفا تھا گر دیدہ ام، مہرِ بتاں و رزیدہ ام
 بسیارِ خواہاں دیدہ ام، لیکن تو چیزے دیگر کی
 آیا نظر جس روز سے، تجھ سا شکر لب، مہ لقا
 ابرو کماں، جادو نظر شیریں سخن و ریشوہ زرا
 اپنے وطن کو چھوڑ کر، مثلِ نظیرِ مبتلا
 خسر و غریب است و گدا، افتادہ در شہرِ شما
 باشد کہ از بہرِ خدا، سوئے غریباں بن گری

محمد عثمان عارف نقشبندی



(۱)

فروغِ حسنِ کامل بود شب جائے کہ من بودم
نگاہِ نازِ قائل بود شب جائے کہ من بودم
عجب غارت گر دل بود شب جائے کہ من بودم
نمی دانم چه منزل بود شب جائے کہ من بودم
به بہر سو رقصِ بسل بود شب جائے کہ من بودم

(۲)

حسین و مہ جبین و نازنین وقتہ گفتارے
به یک لطفِ نظرِ عاشق را انجام شد کارے
به ہر عشوہ جفا جوئے، به ہر غمزہ ستم گارے
پری پیکرِ نگارے، سرِ وقہ، لالہ رخسارے
سراپا آفتِ دل بود شب جائے کہ من بودم

(۳)

بہدارِ ماں رسیدم چوں بہ بزمِ خسروِ خواباں
 بہ عرضِ مدعا دل بے قرار و دیدہ ام گریاں
 مگر اے وائے ناکامی چہ گویم حسرت و حرماں
 رقیباں گوشِ بر آواز و آوازِ ناز و من ترساں
 سخن گفتن چہ مشکل بود شب جائے کہ من بودم

(۴)

عجب گستاخ و بے پروا نگاہِ عاشقانِ خسرو
 بجائے می رسد عارف، قدر و ہم و گمانِ خسرو
 حقیقتِ فاش می گویم کجا صاحبِ دلاں خسرو
 خدا خود میرِ مجلس بوز اندر لاماں خسرو
 محمد شمعِ محفل بود شب جائے کہ من بودم

جگر اجیری



عشق گفت ارنست دو دیگرے گفت ارنست
ہجر دشوار است لیکن عشق مادر دشوار نیست

ایں لباس من لباسِ جبّہ و دستا نیست

کافرِ عشقِ مسلمانِ مسرا در سکار نیست

صبرِ رگ من تارِ گشتہ حاجتِ زنا نیست

حسنِ جانان نے بنا ڈالا مجھے سرشارِ عشق

ناز ہے مجھ کو کہ میں ہوں بندہ سرکارِ عشق

اب ادا کرنا ہے مجھ کو یہ بھی اک کردارِ عشق

شاد باش اے دل کہ فردا بر سرِ بازارِ عشق

وعدہ قتل است گرچہ وعدہ دیدار نیست

تو عبث ہوتا ہے میرے حال پر حیراں طیب
 جس کو تو آساں سمجھتا ہے نہیں آساں طیب
 تجھ سے کیا ہوگا بھلا اس درد کا درماں طیب
 از سر بالین من برخیزاے نازاں طیب
 درد مندِ عشق را وار و مجز و یدار نیست
 بندہ اہل و فناء ہوں کیا کروں یہ رازِ ناش
 فکرِ طوفاں کیا کروں اور کیوں کروں ساحلِ تلاش
 میری کشتی ان تھپیڑوں سے نہ ہوگی پاش پاش
 ناخدا تے کشتی ماگر نہ باشد گو مباحش
 ماخدا داریم مارا ناخدا در کا نیست
 عشق لا محدود ہے کوئی نہیں ہے اس کی حد
 عشق والوں سے رہا ہے ہر زمانے کو حد
 اے جگر یہ حضرتِ خسرو نے لکھ دی ہے سند
 خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی می کند
 آرے آرے می کنم با خلق و عالم کا نیست

حَرْحِ کاکوروی



سحرِ نیمِ گفتہ کہ بہارِ خواہی آمد
 کہ حیس غزالِ رعنا بکنا رِ خواہی آمد
 شگفتِ غنچہ دل بکنا رِ خواہی آمد
 خبرم رسید امشب کہ نگارِ خواہی آمد
 سرِ من ندائے راہے کہ سوارِ خواہی آمد
 بہ تھوڑے سرِ شکم چو صدفِ کشادہ برکف
 بہ ہوائے دوستِ جاہلِ غنیمتِ ثنائہ برکف
 ہمہ میکشانِ ساقی ز خمارِ بادہ برکف
 ہمہ آہوانِ محرابِ سرِ خود ہنسادہ برکف
 بامیدِ آں کہ روزِے بشکارِ خواہی آمد

چو تمام تیره بچستم کنی قسمتم درخشان
که بهار هست خند راں گهجه شبنم است گریاں

ز کمال حسن داری تو چنین جمال پنهان
کشتی که عشق دارد نه گزارت بدین ساں
بجنازه گرنیاتی بمنزار خواهی آمد

بنزمین نه من و دوانم بسمانه من روانم
چو ضعیف و نالوانم بدل و جگر تپانم

بشنو چنین بیانم شب و روز در فغانم
به لبم رسید جانم تو بیا که زنده مانم

پس از اں که من نمانم بچه کار خواهی آمد

همه خسرو قتل گم به چنین بیان خسرو
بمراود و درد آید ز کجاسان خسرو

ز نظام کج کلاهی همه آن و بان خسرو

به یک آمدن روبروی دل و دین و جان خسرو

چه شود اگر بدین ماں و دوسه بار خواهی آمد



نورِ بلبل جو نہ ہوتا تو چین مونا تھا
صرف خسرو ہی نہ ہوتا تو وطن مونا تھا

ہلالِ سیوہاروی

تجے

کلام فسی



ہر شب نتادہ بگرد سرائے تو
 ہر روز گریہ و نالہ کنم از سرائے تو
 ہرگز شب وصال تو روزی نہ شد مرا
 اے وائے ہر کسے کہ شود مبتلائے تو
 روزے کہ ذرہ شود استخوان من
 باشد ہنوز در دل ریشم ہوائے تو
 ہر حال زار من نظر کن ز راہ ططف
 تو بادشاہ حسن و خسرو گدائے تو

روش صلیقی



میں گلی میں تری راتوں کو پھرتیرے لئے
 روز ہنگامہ سر یاد رہا تیرے لئے
 عمر بھر روتے شب وصل نہ دیکھی اُس نے
 ہائے وہ شخص جو برباد ہوا تیرے لئے
 استخوان خاک میں مل کر ہوتیں ذرہ ذرہ
 دل میں اب تک ہے در شوق کھلاتیرے لئے
 حال پر اس کے بھی ہو اک نگہ لطف و کرم
 تو شبہ حسن نے خسرو ہے گدا تیرے لئے

علامہ خسرو



کاریست در سرم کہ بہ سماں نمی شود
 درویشت در دلم کہ بہ درماں نمی شود
 می کن بنا ز خندہ کہ دیوانہ تر شوم
 دیوانگی من چو بہ پایاں نمی شود
 جانم فدائے نرگس او باد صحرماں
 خوں می کن ہزار ویشیاں نمی شود
 آں کس کہ گشت عاشق و بے دل دوست تو
 گوئی نہ عاشق ست کہ بے جاں نمی شود
 دل را ز عشق چند ملامت کنم کہ بیج؟
 این کا نسر و تیکم سماں نمی شود
 خسرو کہ ہست سوختہ و خام سوز عشق
 آتش ز نفس کہ پختہ و بریاں نمی شود

گلزارِ حلاوتی



اُس کام کا جو سر میں ہے سماں نہیں ہوتا
 اُس درد کا جو دل میں ہے درماں نہیں ہوتا
 اتنا نہ ہنسا اور بھی دیوانہ بنوں میں
 دیوانگی شوق کا پایاں نہیں ہوتا
 اُن نرگسی آنکھوں پہ فدا جان کہ قاتل
 جس قتلِ محبت پہ پشیمان نہیں ہوتا
 جو شخص ترے عشق میں ہو جائے گا بے دل
 بے دل تو وہ ہو جائیگا بے جاں نہیں ہوتا
 کہتا ہوں بُرا عشق میں ہر چند میں دل کو
 یہ پاپی پرانا ہے سماں نہیں ہوتا
 کیا آتشِ الفت ہے عجب جو دل خسرو
 جلتا ہے مگر خیر سے بریاں نہیں ہوتا

کلام فسی



یارب اندر دلِ چاک آن گلِ خنداں چونت؟
 ماہِ تابانِ من اندر شبِ ہجران چونت؟
 من چو یعقوب ز بس گریہ شدم دیدہ سفید
 آخر آن یوسفِ گم گشتہ بزنداں چونت؟
 من در این خاک بزندانِ غم از دورئی او
 اوز من دورِ بصر او بیاباں چونت؟
 گوہرے بود کزین دیدہ بغلطیہ بنجاک
 دیدہ خود خاک شد آن گوہرِ غلطاں چونت؟
 بزمہ چون نھز ز پیراہنِ خاکش برخاست
 در سوائے عدم آن چشمہٴ حیوان چونت؟
 مردماں باز میر سید ز خسر و کہ کنواں
 در غم دوست ترا دیدہ گریاں چونت؟

گلزارِ حردھلوی



یا خدا ہے مرے دل میں گلِ خنداں جیسے
 یادِ مہ و ش سے بھرکتی شبِ ہجران جیسے
 مری آنکھیں ہوئیں یعقوب کے مانند سفید
 کوئی کھویا ہوا یوسف سرِ زینداں جیسے
 میں ہوا خاک میں پابند تری فرقت کا
 اور تو دور ہے مجھ سے بہ بیاباں جیسے
 گو ہرِ اشک مری آنکھ سے مٹی میں ملا
 آنکھ سیلی ہوئی وہ گوہرِ غلطاں جیسے
 خاک سے خضر کے مانند یوں سبزہ اکھرا
 عدم آباد میں ہو چشمہٴ حیوان جیسے
 دیکھ کر حالتِ حُسر ہوئے ٹھنڈے احباب
 دوست کے غم میں ہوں نم دیدہ گریاں جیسے

کلام فسق



آفتِ دینِ مسلمانی جزاں عیار نیست
 تشنه خونِ ملانان جزاں خوفاں نیست
 ما و عشق یار اگر در قیلہ و در بیت کدہ
 عاشقانِ دوست را با کفر و ایمان کار نیست
 چند گویندہ برد زنا را بند اے بت پرست
 در تن خسرو گداز می رگ کہ آن زنا را نیست
 کافر عشقم مسلمانی مراد را کار نیست
 ہر رگ من تا اگر شتہ حاجت زنا را نیست
 خلق می گوید کہ سروسبت پرستی می کند
 آرے آرے می کنم با خلق و عالم کار نیست

گلزارِ حلاوی



آفت پیسے دیں کیا بُت عیار نہیں ہے
 مسلم کا لہو پینے کو خوں نوار نہیں ہے
 ہو قبلہ بھی بُت خانہ جو ہو عشق وہاں بھی
 کچھ کفر سے ایماں کو سروکار نہیں ہے
 سُن تو بُت کا فر خسرو کو ذرا دیکھو
 رگ کون سہی اس میں جو زنا نہیں ہے
 دیں عشق کے کافر کو تو درکار نہیں ہے
 کیا جسم کی ہر رگ میری زنا نہیں ہے
 سب کہتے ہیں خسرو تو بتوں کا ہے پجاری
 ہاں غلق سے خسرو کو سروکار نہیں ہے

کلامِ نفس



بے روئے تو فوششِ کرم من تلخیِ ہجرانِ را
 با شربتِ دیدارت بدخونہ کنم جاںِ را
 دی شانہ زدے گیسو، افتاد بے دلہا
 گرد آردے آخِرِ دلہائے پریشاںِ را
 تومی روی و دلہا و نبالِ دواں ہر سو
 چوں خلق کہ بستاند نظارۂ سلطانِ را
 بد بختِ دلمے دارم، دیوانہ بُتِ رویاں
 یارب کہ مبادایں دلِ ہندو، و مسلمانِ را
 گوئند کہ انقبواں بدنام شدی خسرو
 چوں دل نہ کند فرماں خستہ و چہ کند آں را؟

گلزارِ حلاوی



تجھ بن بھی کیا میں نے خوش تلخی، ہجراں کو
 دیدار کی شربت سے بدخونہ کیا جاں کو
 دل الجھے ہیں کل شب کیا گیسو کے سنورنے سے
 اب جیت لے آخر دم ہر قلب پریشاں کو
 ہر دل ہے ترے پیچھے جس سمت بھی تو جائے
 گو خلق کی آنکھیں ہیں نظارۂ سلطان کو
 بد بخت مراد دل تو دیوانہ بتوں کا ہے
 یا رب آؤ یہ دل دیکھو ہندو نہ ملاں کو
 کہتے ہیں حسینوں سے بدنام ہوا خسرو
 سننا نہیں دل خسرو کیا کیجئے فرماں کو

کلامِ نفس



صبا چو در سرِ آں زلفِ نیم تاب شود
شکب در دلِ بیننده تنگ تاب شود

به ترکِ دینِ مسلمانیش به باید گفت
دلے که در شکنِ زلفِ نیم تاب شود

سیاهِ روئے شدم زین سفیدِ رخساراں
چو هندوئے که پرستارِ آفتاب شود

به هر جفا که کند چشمِ تو رصدا دارم
که از خصومتِ ترکاں جہاں خراب شود

به هر زمیں که چو آبِ حیات به خرمے
دبانِ مُردہ به زیرِ زمیں پُر آب شود

نه خفتِ خسرو مکیں دریں ہوسِ شہبہا
کہ دیدہ بر کفِ پایت نہد به خواب شود

گلزارِ دہلوی



صبا سے اُن کی زلفوں میں جو پیچ و تاب ہوتا ہے
 تو صبرِ دل ہر اک ناظر کا تنگ و تاب ہوتا ہے
 مجھے کرتا ہے ترکِ دیا پہ مائل کتنا ترہِ پا کر
 جو زلفوں کی شکن سے دل میں پیچ و تاب ہوتا ہے
 سفیدی نے حسین گالوں کی میرا رخ کیا کالا
 پجاری جیسے سورج کا بہ آب و تاب ہوتا ہے
 تری آنکھوں کو ہر ظلم و ستم کی یوں اجازت ہے
 جس ترکوں سے لڑنے میں جہاں غرقاب ہوتا ہے
 ترے گلگشت سے آبِ حیاتِ ناز ہے پیدا
 دہنِ مُردوں کا مرقد تک میں بھی پُر آب ہوتا ہے
 نہ بیند آتی کبھی خسرو کو راتوں اسِ تمنا میں
 رکھے آنکھیں کفِ پا پر ترے تب خواب ہوتا ہے

علامہ خسرو



مارا تو صنم ماہی دیگر بہ چہ کار آید
 آنجا کہ بے باشد شکر بہ چہ کار آید
 خنجر کشی از مژگان بر سینہ من چوں من
 بے تیغ شدم کشتہ خنجر بہ چہ کار آید
 شاد خستہ درون من از نیم جفا کیشان
 چوں می نہ دہد و ادم د اور بہ چہ کار آید
 اختر شرم ہر شب در طالع خود لیکن
 چوں کار قضا دارد اختر بہ چہ کار آید
 عقل از خستہ شد دیوانہ عمر رویان
 عقل کہ چنین نبود در سر بہ چہ کار آید

گلزارِ حیاوی



صنم جو میرا ہے ماہ طلعت تو ماہِ دیگر کی کیا ضرورت
 ترے لبوں کا لے جو شربت تو پھرے شکر کی کیا ضرورت
 تو اپنی پلکوں سے میرے سینہ پہ کیوں چلانا ہے روزِ خیر
 میں مرٹا ہوں بغیرِ خیر تو مجھ کو خیر کی کیا ضرورت
 حسین بلّاؤں نے میرا سینہ کیا ہے بالِ ستم سے چھلنی
 نہ بچھڑ بھی دے دادِ سخت جانی تو ایسے داور کی کیا ضرورت
 میں اپنی قسمت کے تارے گن گن کے کاٹتا ہوں شانِ فرقت
 مگر جسے کام ہوتا ہے تو اس کو خیر کی کیا ضرورت
 فردِ خوش رو کے سر سے کھلی وہ مہ و شوں کا ہوا دوانہ
 فردِ گلزارِ ہلو دوانی تو ایسے پھر سر کی کیا ضرورت

گلام فوسف



باز ترکِ مستِ من آہنگِ بازی می کند
 کس نہ کردہ ست آن کہ آن ترکِ طرازی می کند
 زلفِ ادرا سر بہ سر عالم بہ نوئے بستہ شد
 ہندوئے راہیں گز ایناں ترکِ بازی می کند
 از خیالِش ماندہ ام شرمندہ، کاندہ چشمِ من
 گہہ گہے می آید و مردمِ فوازی می کند
 جز اشارتِ نیتِ سوئے لعلِ تو مارا زدود
 ہم چو انگشتے کہ بر علوِ درازی می کند
 می رود در خونِ خسرو آں صم دامن کشاں
 پس بہ آبِ حنّہم تر دامنِ نمازی می کند

گلزارِ حلاوت



پھر بہ تباہ دست میرا نے نوازی کرتا ہے
 کس اچھوتے نقش سے جادو طرازی کرتا ہے
 سارا عالم سرسبز ہے اس کی زلفوں کا اسیر
 دیکھا اس کا لے کو کیسے ترک تازی کرتا ہے
 شرم سے محجوب ہوں اس کے خیال کے طفیل
 آنکھوں میں بتا ہے وہ مردم نوازی کرتا ہے
 دور سے کرتا ہے وہ شاید اشارے اس طرح
 جیسے انگلی پھیر کر شیریں نوازی کرتا ہے

خونِ خسرو میں رواں ہے وہ صنم دامن کشاں
 اور اس دامن پہ سجدہ بھی نمازی کرتا ہے

کلامِ فلسفہ



بہت نور سیدہ من ہو س شکار دارد
 دلِ صید کردہ ہر شو نہ یکے ہزار دارد
 دلِ من بر دوزخش جگرم نہ بہت چشمنش
 تو باش غافل اسے جاں کہہ نوز کار دارد
 نہ توانمش کہینم بہ رقیبِ ناموافق
 چہ خوش ست گل، ولیکن چہ کنم کہ خار دارد
 بہ خدا کہینہ من بہ شگاف و جاں برد کن
 کہ درونِ خانہ تو دگرے چہ کار دارد؟
 پتہ اسیر تست خسرو نظرے بامردی سخن
 کہ ز تاب زلفِ مستت دلِ بے قرار دارد

3778

گلزارِ حلاوت



میرے نور سیدہ بُت کو جو ہوس شکار کی ہے
 سبھی دل ہیں میداں کے اسے فکر ہزار کی ہے
 پھنا زلف میں میرا دل جلاسن سے جگر بھی
 مری جان، جان باقی ابھی جاں نثار کی ہے
 نہیں تاب مجھ کو دیکھوں جو رقیبِ روسیہ کو
 مرے گلِ قریب تیرے جو غمش یہ خار کی ہے
 مرا سینہ کر کے چھلنی مجھے قتل کر خدا را
 وہاں مانس بھی نہ گذرے جو جگہ پیار کی ہے
 ہے تیرا اسیرِ خسرو ذرا دیکھہ مرمی سے
 میری جان دیکھہ حالت جو دلِ فگار کی ہے

کلام نصف



من بهر تو بیدیده و دل خانه ساخته وز من تو خویش را همه بیگانه ساخته
 ما یم رخنه کرده دل از بر نیگواں مسجد خراب کرده و بت خانه ساخته
 یاراں که در فسانه راحت کنند خواب بے خوابی مرا همه افان ساخته
 چوں ناله شبانه عاشق کشنده نیست مطرب که صد ترانه متانه ساخته

خسرو ز عشوه تو زبون گشت عاقبت

هر چند خویش عاقل و مفسر زانه ساخته

رام کرشن مضطر



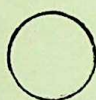
میں نے تین یا تھا دل کو ترا کا شانہ
 یہ کیا کچھی سے تو اب ہو گیا بیگانہ
 چاہت نے حینوں کی برباد کیا دل کو
 صد حیف بنا ڈالا مسجد کو بھی بت خانہ
 راحت کی کہانی سے بند آتی ہے یاروں کو
 اب ہے مری بے خوابی افسانہ درافانہ
 کب نالہ عاشق کا انداز ہو اپیدرا
 آئے لب مطرب پر تو نغمہ مستانہ
 خسرو ترے ہاتھوں سے عقبی بھی گئی آخر
 ہر چند کہ بنتا تھا تو عاقل و سرزبانہ

کلام خسرو



بیاساقی و منے در دہ کہ گل در بوستان آمد
 ز جام لاله بلبل مست گشت و در فغاں آمد
 شرابے غور و غنچہ از ہوائے ابر در پر دہ
 صبا تا کہ لبش بوسید و بولیش در دہاں آمد
 میان غنچہ و گل از پتے زر بود اشکالے
 کشاد آں عقدہ مشکل صبا چوں در میاں آمد
 نفیر بلبلان نہ گذاشت خفتن چشم نرگس را
 شبے گر خوابے اندر دیدہ آں نالواں آمد
 گلستانے ست خاک آستانت از رخ فغاں
 کہ مرغ آں گلستان خسرو سحر البیاں آمد

لام کرشن مضطر



کرم ساقی کہ ہنگام بہار گل فشاں آیا
 نوشا مستی کہ دردِ نغمہ ہائے جُبلِلاں آیا
 صبا نے جب بھی غینچے کے شراب آلود لب پوئے
 دہن میں جا نغز اک موجبِ عنبر چکاں آیا
 برائے زرکشاکش ہو رہی تھی غنچہ دگل ہیں
 یہ مشکل حل ہوئی دستِ صبا جب درمیاں آیا
 خروشِ عنبر لبیاں نے اڑادی نیندِ نگرسی کی
 شب اُن بیمار آنکھوں میں اگر خوابِ گراں آیا
 یہ تیرا آستان وہ گلشنِ مدد رنگ ہے جس میں
 چمکنے مثلِ بلبلِ خسرو جادو بیان آیا!

کلام خسرو



اے ترک کماں ابرو من کشتہ ابرو بیت
 ملک ہمہ ہندو چین بخشم بیگے مو بیت
 مسجد چہ روم چندیں آخر چہ نماز است این
 رویم بسوئے قبلہ دل جانب ابرو بیت
 پیش تو بگو کای بت سوزند چو ہندویم
 بر آئینہ ریزہ آنکہ خاکستر ہندو بیت
 سر در خم چو گانت راضیت بریں خسترو
 آن بخت اگر کار در سر خم بازو بیت

رام کرشن مضطر



اے حسنِ کماں ابروِ قمرِ بان ترے ابرو پر
 کُلِ دولتِ ہندو چین بخشوں ترے اک مو پر
 مسجد کو میں کیا جاؤں کیسی یہ نمازِ آخر
 رُخِ جانبِ قبلہ ہے نظریں ترے ابرو پر
 یہ راکھ چمتا کی ہے آئینے پہ بکھراوے
 اے بت یہ کرم فسرِ ماخا کس تر ہندو پر
 سر پہ ترے قدموں پر راضی ہے مگر خُرد
 ارماں ہے کسی دن ہو یہ سر ترے بازو پر

کلام فسی



نه از نقاش چپین هرگز چنین صورت گری آمد
 نه این ناز و کمر شمه از بیتان آذری آمد
 مکن ناز و مکش مالا مسلمانی است این آخر
 اگر عاشق شدم جانان چه کردم کافر می آمد
 چه شد کاه و ز آب چشم من بی خواست می آید
 دگر گوی می شود این دل مگر آن لشکری آمد
 ز خوبان داغ بادارم برای دل وای سبکینی
 که با این دشمنان دوست رویش داور می آمد
 غلام عشق شوخسرو بزیر تیغ گردن نه
 حدیث عقل را مشو که کارش سرسری آمد

رام کشتن مضطر



نہ تو چین کے کسی "نقش گر" سے ہوا یہ کارفوں گری
 نہ پہنچ سکا ترے حسن کو وہ کمال صنعتِ آذری
 یہ ہے شرطِ دینِ محمدی نہ تو ظلم و حانہ تو قتل کر
 مجھے عشق ہے تو برا ہے کیا کہ مرا طوق ہے کافری
 یہ عجیب حال ہے آج کیوں مرے انکسچم سے ہیں رول
 مرے دل کو آج یہ کیا ہو آکھیں آگیا مرا لشکری
 یہ جو میں عشق کے داغ ہیں انھیں حسن والوں نے نہیں دیئے
 مری بے کسی کو تو دیکھئے کہ ملی ہے ان کو ہی دادری
 تو غلامِ عشق ہوئے سر و ایہ رضائے دوست ہے سر جھکا
 نہ نرد کی سن تو حکایتیں کہ حدیثِ عقل ہے سر سری

کلام خسرو



کدام دل که تو غمزه زردی نگار نه شد
 کدام کس که ترا دید و بے قرار نه شد
 بسوخت ناله من سنگ را عجب سنگ است
 دولت که سوخته زین ناله های زار نه شد
 جهان پُر از گل و سرور و انام از من دور
 حساب من به جهاں گویا بهار نه شد
 خوشا که شمع که آن یار دوش زاری من
 به دیده بر شکر آن داد و شر مزار نه شد
 به عشق دور خفا نام سوزش خسرو !!
 از آن که سوخت درین کار و پخته کار نه شد

رام کرشن مضطر



کون ہے وہ جو تجھے دیکھ کے حیراں نہ ہوا
 چاک داماں نہ ہوا چاک گریباں نہ ہوا
 میرے نالوں میں وہ گرمی تھی کہ پتھر پگھلے
 نرم لیکن کسی صورت دل جاناں نہ ہوا
 کس قدر شاق تھا اُس جانِ گلستاں کا فراق
 میرے دل پر اثرِ فصلِ بہار اں نہ ہوا
 رات کیا کیا نہ ہے اشکِ حری آنکھوں سے
 وہ مگر اپنی جفاؤں پہ پشیمان نہ ہوا
 دورِ نخی عشق میں خسرو نے مٹادی یکسر
 کوئی محرومِ یقیں صاحبِ ایساں نہ ہوا

کلامِ عشق



ای ز خیال مابرون در تو خیال کے رسد
 باصفتِ تو عقل را لافِ کمال کے رسد
 گر ہمہ مردم و ملک خاک شوند بر درت
 دامنِ عزتِ ترا اگر دوزِ دال کے رسد
 کنگرِ کبریائی تو هست فسر از لامکاں
 طائرِ مادرِ آن ہوا بی پروا بال کے رسد
 بر درِ بے نیازیت صد چو حسین کربلا
 تشنہ بماند برگزرتا بزلال کے رسد
 ہست بہ تخت گاہ دل جلوۂ قربِ روز و شب
 لیکِ جلوۂ چنناں چشمِ خیال کے رسد
 آیتِ رحمت از حرمِ ہست برای حاجیان
 خسرو بُت پرست را جز خط و خال کے رسد

رام کرشن مضطر



کیسے ترے جہاں تک میرا خیال جا سکے
 تری صفات تک کہاں لافِ کمال جا سکے
 گر ہمہ مردم و ملک ہوں ترے آستانِ گنجِ خاک
 و امنِ پاک تک کہاں گردِ زواں جا سکے
 کیسے لمے ترا نشان تو ہے مکینِ لامکاں
 کیسے وہاں یہ طائرِ بے پرواں جا سکے
 درگہِ بے نیازِ پسرِ چو حسین کر بلا
 تشنہ رہے مگر کہاں تابہ زلال جا سکے!
 اُس کا جمال جلوہ گردل میں ہے روز و شب مگر
 ایسے جمال تک کہاں چشمِ خیال جا سکے
 آیتِ رحمتِ از حرم تو ہے برائے حاجیاں
 خسرویتِ پرست کب جز خط و خال جا سکے

کلام خسرو



بیاساتی و منے درده کہ گل در بوستان آمد

ز جام لاله بلبل مست گشت و در فغاں آمد

شرابے خورد و غنچه از بوائے ابر در پرده

میانگه لبش بوسید و بوش در دہاں آمد

نہیر بلبلان نگذاشت خفتن چشم ز کس را

بشے گر خواہے اندر دیدہ آں ناتواں آمد

گلستانیت خاکِ آستان از رخِ نوباں

کہ مرغِ آں گلستان خسرو بھربیاں آمد

محمد عثمان عارف نقشبندی



بہار آئی، تو آسانی، ٹٹا نے بزمِ رہاں میں
 کہ مستِ لالہ بلبل ہے فغاں پر لبِ گلستاں میں
 ہوا و ابر کے پردے میں غنچہ نے وہ کیا پی تھی
 صبا نے اسکے لب چوے تو خوشبو تھی دل و جاں میں
 کہاں سونے دیا ہے بلبلوں نے چشمِ نرگس کو
 کسی شبِ نیند اگر آئی بھی اس کی چشمِ گریاں میں
 رُخِ خویاں سے خاکِ آستانِ تیری گلشن ہے
 کہ لبِ خسرو سحرِ البیاں ہے اس گلستاں میں

کلام خسرو



گل نو میدوبوئی ز بهار من نیامد
 چه کنم نسیم گل را چو زیار من نیامد
 دل من چرا چو غنچه نه شود دریده صد جا
 که صبار سید و بوئی ز بهار من نیامد
 من خوں گرفته کردم نظری و کشته ناگه
 شدم ار نه او بعداً بشکار من نیامد
 شب نشاط یا لایچه خبر تر از خسرو
 که بجانب تو روزی شب تار من نیامد

سیا فضل شاہ القادسی



کیا رکھا ہے فصل گل میں جب نہ ہو دید یار
انے ہم گل بھلا کیا دے گی تو دل کو قرار

کیوں نہ ہو یا نہ غنچہ دل مرا صد چاک چاک
آتی ہے بادِ صبا بسکن نہ لائی بوئے یار

ایک نگارِ ناز سے میں مرغِ بمل ہو گیا
گرچہ قصداً وہ نہیں آئے تھے خود ہر شکار

کیا خبرِ سرو کی تم کو تم ہو بزمِ عیش میں
تم نے تو دیکھی نہیں اس کی کبھی شبہا تے تار

کلام فسی



اے غمزہ زن کہ تیر جفا در کمانِ توست
 آہستہ تر کہ دستِ دلم در عنانِ توست
 داغیت از شرارِ آوِ کسے مگر
 خالِ سیکہ بر رخِ چوں از غوانِ توست
 گفتم بخش کہ باز رہم ناوکِ مژہ
 بنمود و گفت "این ہمہ از بہر جانِ توست"
 فریادِ خسرو از شنوی شب بکوتے خویش
 رنجہ مشوکہ فاختہ بوستانِ توست

عزیز وارثی



غمروں کی جان اصل میں تیری کمان ہے
 تیری کمان ہی تو مرے دل کی جان ہے
 خال سیاہ تیرے رُخِ سُرخ پر نہیں
 میری شمارہ بارفغاں کا نشان ہے
 ارد مجھے پھر اپنے کرم سے جلا بھی دو
 یہ میری جان کیا ہے تمھاری ہی جان ہے
 خسرو کی آہ و زاری سے نالاں نہ ہو کہ وہ
 فُتبی ہے تیری کوہِ ترا بوستان سے

کلام خسوف



نمی دانم چه منزل بود شب جائے کہ من بودم
 بہرہ شورقص بسمل بود شب جائے کہ من بودم
 پری پیکر نگارے سر و قد لاله زارے
 سراپا آفت دل بود شب جائے کہ من بودم
 رقیباں گوش بر آواز اور ناز من ترساں
 سخن گفتن چہ مشکل بود شب جائے کہ من بودم
 خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو
 مجھ شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

عزیز وارثی



وہ کیا منزل تھی حسن و عشق کی کل شب جہاں میں تھا
 مسلسل رقص میں تھی زندگی کل شب جہاں میں تھا
 سراپا حسن وہ نور مجسم وہ قد و قامت
 ہر اک جلوے میں تھی رخسار کی کل شب جہاں میں تھا
 رقیب اس کے قرین اور امتحاں میری وفاؤں کا
 قیامت سے نہ کم تھی وہ گھڑی کل شب جہاں میں تھا
 خدا نے پاک جس محفل میں خسرو جلوہ فرما تھے
 نبی کی ذات شمع بزم تھی کل شب جہاں میں تھا

کلام فسی



چشم گہے از غمزہ ہشیار نہ خواہد شد
 این دل ز خراش او بے خار نہ خواہد شد
 گریخ زنی بر تن و ریش زنی بر جاں
 ناگاہ رود جانش، بیمار نہ خواہد شد
 عشقت ز پے کشتن مردانہ بکار آمد
 شادم ز غمت بارے بے کار نہ خواہد شد
 بر مانتد از تابی زان رخ چہ شوی رنج
 مہتاب ز افقادن افکار نہ خواہد شد
 تو بخوار بود خسرو عاشق ز چین بادہ
 مست است کہ تا محشر ہشیار نہ خواہد شد

عزیز وارثی



آنکھیں تری غمزدے سے ہشیار نہیں ہوں گی
 اس دل کی فراشیں بھی بے خار نہیں ہونگی
 یہ تیر صفت مرثکاں یہ تیغ صفت نظریں
 بیمار محبت کی غم خوار نہیں ہوں گی
 ہیں تیری ادائیں جو قاتل توڑے قسمت
 خوش ہوں کہ ادائیں یہ بیکار نہیں ہوں گی
 افتاد پڑے پیہم اور رنج مسلسل ہو
 ہمتاب کو تنویریں افکار نہیں ہوں گی
 خسرو ترے مستوں کی سرشار ہوا نکھیں ہیں
 مستی میں قیامت تک ہشیار نہیں ہوں گی

کلام فسی



دو چشمت که تیرِ بلای زند
 چنین تیر بر ما چسرای زند
 کمان جانب دیگری می کشد
 دلی تیر بر جانِ مای زند
 ز به غمزه کز شوخی و چابکی
 کجای نماید کجای زند
 مرز آبِ خسرو همین غم بس ست
 که آتش درین مبتلا میسوزند

عزیز وارثی



تمھاری آنکھیں ہیں تیرا نگن نظر کے ہیں تیر کس بلا کے
 یہ تیر کیوں دل پہ مارتے ہو نظر سے میری نظر ملا کے
 کمان ابرو کھینچی تھی سُوئے رقیب لیکن فریب تھا یہ
 تمھارا تیر نظر لگا ہے ہماری جانِ حزیں پہ آ کے
 نوشاہیہ برق نگاہ کا فر کہیں تو چمکے گرے کہیں پر
 زہے یہ اندازِ چشم قاتل کسی کو مار کے کسی کو تباہ کے
 نہ ہو گا خسرو یہ دردِ دل کم بہانہ آنکھوں سے اشکِ بہیم
 کہ فرمن جاں کو بھونک دے گی یہ آتشِ غم جلا جلا کے

کلام خسرو



من بهر تو بریده و دل خانه ساخته
 و ز من تو خویش را همه بیگانه ساخته
 ما یم رفته کرده، دل از بهر نیکوای
 مسجد خراب کرده و صبت خانه ساخته
 خسرو ز عشوه تو ز لبون گشت عاقبت
 هر چه خویش عاقل و مضر زان ساخته

صغیر احمد صوفی



تیرے لئے آنکھوں میں صنم خانہ بنایا
 ہر لطف سے تو نے مجھے بیگانہ بنایا
 دل پھیر دیا عشق میں ہر نیک عمل سے
 مسجد کو گرا کر، نیابت خانہ بنایا
 عشوہ سے ترے عافیتِ دل ہوئی برباد
 فرزانہ تھا خسرو، اُسے دیوانہ بنایا

کلام فحش



از شیخ نظام چوں سلاست مرا
 با حسن عمل عیش مدام است مرا
 امید بے مراد و کام است مرا
 زیر اہمہ کار، بانظام است مرا

ترک مستم کہ فقد ایمان داشت
 چشم او میل غارت جاں داشت
 خون من چوں شراب می نوشید
 از درلم ہم کباب بریاں داشت

صغیر احمد صوفی



شیخ نظام سے جو دعا و سلام ہے
 حسن عمل سے زندگی عیش مدام ہے
 بھرتا ہوں صبح و شام مرادوں کی جھولیاں
 ملتا ہے جس سے فیض وہ شیخ نظام ہے

خواباں تھا ترک مست کہ ایمان کرے خراب
 اپنی نگاہ ناز سے جینا کرے عذاب
 پیتا تھا میرا خون وہ مثل شراب ناب
 میرے دل گداز کو کرتا رہا کباب

کلام فسی



وصفِ شرفِ توبیش از ادراک آمد
سبقِ ادبیتِ نعبدِ ایاک آمد
توسیعِ تو گر محیفهٔ پاک آمد
لولاک لما خلقت الافلاک آمد

فَضْرِبِ رَفِی



تیری توصیف کو عقل و خرد سے بھی سوا پایا
ادب سے تیرے درسِ بندگی کو ہم نے اپنایا
کتابِ آسمانی میں یہی نکتہ نظر آیا
تمہاری ذات کے باعث ہوا افلاک کا سایا

کلام فست



تا چشم تو بنمود ز ابرو محراب
زاں قبله بنائے دین من گشت طرب

بر خاک در تو مردم چشم مرا
فرض ست تیم از پیه فرقت در آب

نظربرفی



اٹھیں نظریں، تھکے ابرو تو محرابِ حرم سمجھا
بنا کر اپنا قبضہ تجھ پہ میں ایمان لے آیا
لگانی آنکھ کی پتلی میں خاکِ پاک اس در کی
تیمم کر لیا پانی کے ہوتے، مضر ض اپنایا

کلام خسرو



دیوانه شدم در آرزو دیت
 اسبم همه جهاں کویت
 مایم تجتسر و نموشی
 و آفاق همه بگفت و گویت
 خسرو بکنند تو اسیر است
 بیچاره کجارد در کویت !

خواجه راشد نظامی



تیری طرف نگاہیں دنیا کی دیکھتا ہوں
میں تیری آرزو میں دیوانہ ہو رہا ہوں
دنیا تو کر رہی ہے ہر سمت تیرے چرچے
میں ہوں کہ ہو کے حیراں خاموش ہو گیا ہوں
اب میں اسیر الفت جاؤں کہاں یہاں سے
خسرو اسی نگلی کا میں ہو کے رہ گیا ہوں

کلام خسرو



جہاں زرقن بردی و درجہانی ہمنوز
در دھادادی و در مسانی ہمنوز

ملک دل کردی خراب از تیغ ناز
واندریں ویرانہ سلطانی ہمنوز

ہسر و عالم قیمت خود گفت
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہمنوز

پیری و شاہد پرستی ناخوش است
خسرو اتا کے پریشانی ہمنوز

جعفر احسانوفی



جان لے کر بھی تو نزدیکِ دل و جاں ہے ہنوز
 درد دے کر بھی تو ہی درد کا درماں ہے ہنوز
 دل کی دنیا ہوتی تاراج ترے غم سے
 ایک ویرانہ کہ جس کا تو ہی سلطان ہے ہنوز
 دونوں عالم ہیں ترے حسن کی قیمت سچ ہے
 نرخ کچھ اور بڑھا، کیوں کہ یہ ارزاں ہے ہنوز
 بُت پرستی نہیں زیبا تجھے اس پیری میں
 ہائے خسرو کہ بلا وجہ پریشاں ہے ہنوز

Forwarded with compliments
from the Department of Culture
Government of India

کلام فسر



گوری سوتے سچ پر مکھ پر ڈارے کیس
چل خسرو گھر آئے رین بھٹی چو دیس

گوپی ناتھ امن

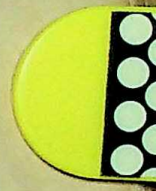


وہ حسن مجسم خواب میں ہے اور رُخ پر زلف بکھیری ہے
اے خسرو چل تو گھر اپنے اب چھائی رات انا صیری ہے

Handwritten text in Devanagari script, likely a title or heading.



Two lines of handwritten text in Devanagari script, likely a subtitle or descriptive text.





Ch. 10. 10/2
Ch. 10. 10/2
Any Other





سرجمیت سنگھ لائبریری مارچ ۱۹۳۱ء کو راولپنڈی میں
 پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم راولپنڈی میں پائی۔ تقسیم ہند کے
 بعد ہندو کالج پٹیالہ سے ایف۔ اے اور پنجاب یونیورسٹی
 سے ۱۹۵۳ء میں بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ اردو ادب
 اور شاعری سے خاص لگاؤ ہے۔ سخن فہم ہیں۔ ذاتی
 دلچسپی سے شاعرے اور قوالی کی محفلیں ترتیب دیتے ہیں۔
 اردو شاعروں میں علامہ اقبال سے حد درجہ عقیدت ہے
 اور ان کا بیشتر کلام ازبر ہے۔ وزارت قانون سے
 وابستہ ہیں۔

پتہ: کے۔ ۱۲۲، کیرتی نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۱۵

